ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
جولائی ۲۰۱۶ء
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com

اشاعت کا ۶۴ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۷ — جلد ۶۴

شوال المعظم ۱۴۳۷ ہجری

جولائی ۲۰۱۶ عیسوی

ٹیلے فون — 36620945 سے 36620949
36616001 سے 36616004

ایکسٹینشن — (054 یا 052 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info

فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰-امریکی ڈالر

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر — منزلہ عابد، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کے بعد عید آتی ہے۔ روزے داروں کو اللہ میاں عید کی خوشیاں عطا کرتا ہے۔ رمضان میں انسان کی تربیت ہوتی ہے۔ بھوک پیاس کی عادت پڑتی ہے اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کا موقع ملتا ہے۔ اس کے بعد عید آتی ہے۔

چھوٹے بڑے، امیر غریب سب اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ نونہال خاص طور پر خوش ہوتے ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کپڑوں اور اچھے اچھے کھانوں کے علاوہ عیدی بھی ملتی ہے اور ان کی جیب پیسوں سے بھر جاتی ہے۔

انسان کو سچی خوشی اسی وقت ہوتی ہے جب اس میں دوسرے شریک ہوں۔ ہمارے جو بھائی کسی وجہ سے عید کی خوشیاں نہ منا سکتے ہوں، ان کو اس قابل بنائیں کہ ان کی بھی عید ہو اور وہ مایوسی اور پریشانی کا شکار نہ ہوں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے، اس میں دوسروں کا بھی حصہ ہے۔ سب سے پہلے تو اپنے عزیز اور رشتے دار ہیں، محلے والے ہیں اور پھر وہ لوگ ہیں، جن کے متعلق آپ کو معلوم ہو کہ وہ بھی ضرورت مند ہیں۔ آپ ان کی مدد کریں گے تو وہ بھی سکون سے، آرام سے زندہ رہ سکیں گے۔ اگر آپ کے کسی ساتھی کے متعلق آپ کو معلوم ہو کہ اس کے ماں باپ تکلیف میں ہیں اور اپنے بچے کی فیس نہیں دے سکتے یا اس کے لیے کتابیں نہیں خرید سکتے یا اس کے لیے یونی فارم نہیں بنوا سکتے تو آپ اس کے ساتھ تعاون کیجیے۔ آپ کا ساتھی، آپ کا دوست خوش ہوگا تو آپ کو بھی زیادہ خوشی ہوگی اور سکون ملے گا۔

(ہمدرد نونہال مئی ۱۹۸۹ء سے لیا گیا)

پہلی بات

اس مہینے کا خیال

دوستوں کی غلطیاں بھول جانے والے
اپنی غلطیاں نہیں بھولتے
مسعود احمد برکاتی

جولائی کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ چند روزے باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد تو ہم سب کی عید ہو جائے گی، اس لیے آپ سب کو پیشگی عید مبارک۔

محترم مسعود احمد برکاتی صاحب کی صحت کے لیے سب نونہالوں نے دعائیں کیں۔ نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ وہ ان سب چاہنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

کئی نونہال شکایت کرتے ہیں کہ معلومات افزا میں کبھی سوالات بہت مشکل ہوتے ہیں۔

یہ نونہال معلومات کے ساتھ لفظ ''افزا'' پر غور کریں۔ اس کا مطلب ہے، بڑھانے والا۔ اب معلومات کیسے بڑھے گی؟ معلومات تلاش کرنے، ڈھونڈنے، محنت کرنے سے بڑھتی ہے۔ معلومات افزا کے سوالات کھوج کا جذبہ اُبھارنے کے لیے ہوتے ہیں۔ سوال جتنا مشکل ہوگا، جواب ڈھونڈنے میں اتنا ہی لطف آئے گا۔ اسے ایک مہم سمجھنا چاہیے۔ اخبار پڑھنے کی عادت ڈالیے۔ بڑوں سے پوچھیے۔ رسالوں اور کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔ سوچیے اُس وقت آپ کو کتنی خوشی ہوگی، جب آپ اپنے دوستوں کے ساتھ ہوں اور کوئی بات یا معلومات، جس کا کسی کو علم نہ ہو، وہ صرف آپ کو معلوم ہو اور یہ معلومات آپ ان تک پہنچا رہے ہوں۔

اس شمارے میں ایک سوال ہم نے فرعون سے متعلق شامل کیا ہے۔ اکثر نونہال سمجھتے ہیں کہ فرعون شاید کوئی ایک شخص تھا۔ ایسا نہیں ہے۔ فرعونوں کے ۳۱ خاندان گزرے ہیں، جن میں سیکڑوں فرعونوں نے ہزاروں برس حکمرانی کی۔ دراصل قدیم زمانے میں مصر کے بادشاہوں کو فرعون کہتے تھے۔ جیسے پُرانے زمانے میں روم کے بادشاہ قیصر، ایران کے بادشاہ کسریٰ، حبشہ (ایتھوپیا) کے بادشاہ نجاشی، چین اور ترکستان کے بادشاہ خاقان، روس کے بادشاہ زار کہلاتے تھے۔ فرعون کا مطلب ہے ''سورج کا بیٹا۔'' فرعونوں میں بعض توحید پرست بادشاہ گزرے ہیں اور بعض بہت ظالم بھی تھے۔ فرعونوں کے بارہویں خاندان کے تیسرے بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو مصر کا گورنر بنا دیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ فرعونوں کے انیسویں خاندان کے ایک بادشاہ رعمسیس دوم کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی فرعون کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی تھی۔

چلیے، نونہالوں کی ایک شکایت کا جواب پڑھنے سے آپ کی معلومات بھی کچھ نہ کچھ ''افزا'' ہو گئی ہوگی۔

سلیم فرخی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

مرسلہ : ثوبیہ کلیم، اسلام آباد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اپنے دشمن کو ہزار بار موقع دو کہ وہ تمھارا دوست بن جائے، لیکن دوست کو ایک بھی موقع نہ دو کہ وہ تمھارا دشمن بن جائے۔

مرسلہ : فہد شاہ، زینب شاہ، نوگزی مانسہرہ

حضرت لقمان

سچ ایک ایسی دوا ہے، جو چکھنے میں کڑوی، لیکن تاثیر میں بہت میٹھی ہے۔

مرسلہ : حافظ زبیر بن ذوالفقار بلوچ، کراچی

حضرت امام ابو حنیفہؒ

وہ علم جو نفع حاصل کرنے کے لیے سیکھا جائے، وہ دل میں بس نہیں سکتا۔

مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

شیخ سعدی

جو نصیحت پر عمل نہیں کرتا، اسے ملامت سنی پڑتی ہے۔

مرسلہ : ناعمہ ذوالفقار، کراچی

جالینوس

جو اپنے دوست کو بُرے کاموں سے باز نہیں رکھ سکتا، وہ دوستی کے قابل نہیں۔ مرسلہ: حرا سعید شاہ، جوہر آباد

مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح

اصولوں پر سختی سے عمل کرنے والے لوگوں کو عظمت حاصل ہوتی ہے۔ مرسلہ: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

شہید حکیم محمد سعید

کتابیں ہمیں زندگی کی سیر بھی کراتی ہیں اور گزری ہوئی باتیں بھی بتاتی ہیں۔

مرسلہ : عبدالرافع، لیاقت آباد، کراچی

بطلیموس

زندگی بغیر محنت کے مصیبت اور بغیر عمل کے حیوانیت ہے۔ مرسلہ : کرن فدا حسین، فیوچر کالونی

نعتِ رسولِ مقبولؐ

محمد شریف شیوہ

مری آنکھیں ہوں اور صورت تمھاری یارسول اللہؐ
رہیں جلوے تمھارے دل پہ طاری یارسول اللہؐ

سمندر کی ادائیں آپؐ نے بخشیں سرابوں کو
اندھیروں سے کیے انوار جاری یارسول اللہؐ

ہجومِ رنج و غم میں آپؐ ہی کے نام سے تسکیں
خزاں میں آپؐ ہیں بادِ بہاری یارسول اللہؐ

تمھاری سنتوں پر کار بند رہنا عبادت ہے
شریعت حاصلِ ایماں ہے ساری یارسول اللہؐ

مرے مرنے سے پہلے میری آنکھوں کو دکھا دیجیے
مدینے کی فضائیں پیاری پیاری یارسول اللہؐ

یہ اعجازِ درودِ پاک ہے کہ جب پڑھا میں نے
بلائیں ٹل گئیں ساری کی ساری یارسول اللہؐ

تمھارے نور سے شیوہؔ کی دنیا میں اُجالا ہے
حسیں ہے بے بہا عقبیٰ کی کیاری یارسول اللہؐ

الوداع ماہِ رمضان

محمد مشتاق حسین قادری

الوداع الوداع ماہِ رمضاں
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

تیرے صدقے سعادت ملی تھی
تیرے صدقے بشارت ملی تھی
تیرے صدقے ہی برکت ملی تھی
الوداع الوداع ماہِ مہماں

الوداع الوداع ماہِ رمضاں
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

تھی تلاوت، نمازیں و روزے
رنگ کالے ہوں یا اُن کے گورے
سوئے مسجد ہی سارے تھے دوڑے
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

الوداع الوداع ماہِ رمضاں
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

قید شیطاں ہوا جس مہینے
پائے بخشش کے جس میں نگینے
پائے رحمت کے جس میں خزینے
الوداع الوداع ماہِ فرقاں

الوداع الوداع ماہِ رمضاں
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

راہ مسجد کی سب کو دکھائی
کیسے جھیلیں گے تیری جدائی
یاد عُقبیٰ کی ہم کو دلائی
الوداع الوداع ماہِ رمضاں

الوداع الوداع ماہِ رمضاں
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

بھیجا جس میں خدا نے ہے قرآں
کر لے مشتاق عقبیٰ کا ساماں
جس میں دیکھو، خدا کا ہے اعلاں
الوداع الوداع ماہِ ارماں

الوداع الوداع ماہِ رمضاں
الوداع الوداع ماہِ سلطاں

روشن ستارے

مسعود احمد برکاتی

پاکستان کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ان مجاہدوں کے نام ہمیشہ روشن رہیں گے، جنھوں نے اپنے ملک کو غیروں کے پنجے سے آزاد کرانے کے لیے طرح طرح کی قربانیاں دیں۔ پھانسی کے تختوں پر لٹکائے گئے۔ اپنے سینوں پر گولیاں کھائیں۔ اپنے گھروں کو اپنی آنکھوں سے اُجڑتے دیکھا۔ ریاستیں چھن گئیں۔ مال و دولت ہاتھ سے گیا۔ اس کے باوجود انھوں نے اپنے ملک، اپنے وطن اور اپنے مذہب کے لیے ہر مصیبت کو خوشی خوشی برداشت کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن پر ہماری ساری قوم کو فخر ہے اور آج جو آزادی ہمیں پاکستان کی صورت میں ملی ہے وہ انہی بزرگوں کی دکھائی ہوئی راہ تھی، جس پر چل کر ہماری قوم نے آزادی حاصل کی۔ ہم ان کے احسان کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ یہ مجاہد و بہادر ہماری قوم کے وہ روشن ستارے ہیں، جن کی زندگی میں آج بھی ہمارے لیے بہت سی اچھی اچھی باتیں ہیں۔ ہم ان میں سے چند کے حالات تمھارے لیے لکھتے ہیں، تاکہ تم بھی بڑے ہو کر اپنے ملک، اپنے وطن اور اپنے مذہب کی خدمت کر کے اپنا نام روشن کرو اور بڑے آدمی بنو۔

جنرل بخت خاں

جنرل بخت خاں کے والد کا نام عبداللہ خاں تھا۔ یہ سلطان پور کے رہنے والے تھے، جو اَوَدھ کا ایک موضع ہے۔ یہ موضع نواب اَوَدھ کی جانب سے عبداللہ خاں کو جاگیر میں ملا تھا۔ بخت خاں نے بچپن ہی سے جنگ کی تربیت حاصل کی تھی۔ بہادری اور جواں مردی میں اس کا نام دور دور مشہور ہو چکا تھا۔ یہ ہونہار اور بہادر لڑکا جب بڑا ہوا تو اس نے انگریزوں کی فوج

میں نوکری کرلی اور بہت جلد اپنی قابلیت اور جواں مردی کی وجہ سے بڑے سے بڑے عہدے تک پہنچ گیا۔ آگے چل کر انگریزوں نے اس کی سوجھ بوجھ دیکھ کر اسے دیسی توپ خانوں کا افسر بنا دیا۔

۱۰-مئی ۱۸۵۷ء کو جب آزادی کی جنگ چھڑی تو جنرل بخت خاں آزادی کی خاطر فوراً بریلی آیا اور اس نے بریلی میں انگریزوں کا صفایا کردیا۔ پھر یہ سات ہزار سوار اور پیادوں کی پلٹن، بہت سا فوجی سامان اور خزانے لے کر دہلی پہنچا اور مغل بادشاہ بہادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنی پوری فوج کا جنرل بنا دیا۔

جنرل خاں بہت ہی نیک، دین دار اور شریعت کا پابند تھا۔ اس نے فوج کی کمان ہاتھ میں لیتے ہی دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کردیا۔ اس نے اس وقت کے بڑے بڑے عالموں سے جہاد کے فتوے دلوائے، لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور انگریزوں کے چھکے چھڑا دیے۔ خرابی یہ پیدا ہوئی کہ بادشاہ نے تمام فوجوں کا سب سے بڑا کمانڈر اپنے بیٹے مرزا مغل کو بنا رکھا تھا، جو نہایت ہی ناتجربہ کار تھا اور جنرل بخت خاں کے ہر کام میں روڑے اٹکاتا تھا۔ اس کی وجہ سے جنرل بخت خاں پر بُرا اثر پڑا اور فوج میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی، لیکن اس پر بھی وہ انگریزوں سے بڑی بہادری سے لڑتا رہا، یہاں تک کہ دہلی پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا اور بادشاہ ہمایوں کے مقبرے میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ جس وقت بادشاہ ہمایوں کے مقبرے میں پناہ لینے جا رہا تھا تو جنرل بخت خاں نے بادشاہ سے کہا:

''اگرچہ انگریزوں نے ہمیں شکست دے دی ہے، لیکن آپ کے بزرگوں نے اس سے بھی بڑی بڑی ناکامیوں کا مقابلہ ہمت سے ڈٹ کر کیا ہے، آخر انھیں فتح ہوئی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آپ کے بزرگوں نے اس زمین پر برسوں حکومت کی ہے اور آپ کے ساتھ تو ہندستان کا بچہ بچہ ہے۔ آپ

دیکھیں گے کہ پورا ملک آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوجائے گا۔ آپ میرے ساتھ چلیں تو میں ہر چیز کو ٹھیک کرلوں گا اور حضور کو ہر فکر و تکلیف سے محفوظ رکھوں گا۔''

بہادر شاہ ظفر نے بخت خاں کے اس مشورے کو نہ مانا اور ہندستان کی غلامی نوے برس کے لیے اور بڑھ گئی۔ بخت خاں مایوس ہوکر چلا گیا اور اس طرح غائب ہوا کہ پھر انگریز بھی اسے تلاش نہ کرسکے، لیکن اس کی زندگی اور اس کے کام کتنے روشن ہیں! ہم میں سے کون بخت خاں کے احسان کو بھول سکتا ہے۔

مولوی احمد اللہ شہید

مولوی احمد اللہ شہید مدراس کے رہنے والے تھے۔ گوالیار میں ان کی ملاقات ایک بزرگ محراب شاہ سے ہوئی، جنھوں نے ان میں سیاسی سمجھ بوجھ پیدا کی۔ محراب شاہ نے ہی ان کو سمجھایا کہ انگریز ہمارے ملک اور ہمارے دین کے دشمن ہیں۔ ان سے ہمیں جہاد کرنا چاہیے اور اپنے ملک سے ان کو نکال دینا چاہیے۔ وہ ایک نیا جذبہ لے کر گوالیار سے دہلی آئے، لیکن یہاں کے حالات ان کے موافق نہ تھے، اس لیے آگرہ پہنچے۔ آگرے میں انھوں نے سب سے پہلے لوگوں کے خیالات کو اسلام کے مطابق بدلا اور ان میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے جذبے کو اُبھارا۔ وہاں سے لکھنؤ پہنچے، جہاں انگریزوں کے ظلم وستم کی وجہ سے ان کے خلاف امیر وغریب سب میں نفرت پائی جاتی تھی۔ مولوی احمد اللہ نے لوگوں کی اس نفرت کو صحیح رُخ پر ڈالا اور انھیں بتایا کہ اگر ہم انگریزوں کو نکال کر اسلامی حکومت قائم کرلیں تو اس میں امیر وغریب، ہندو اور مسلمان سب ہی چین اور سکھ کی زندگی گزاریں گے۔

انھوں نے بہت ہی قاعدے کے ساتھ انگریزوں کے خلاف بغاوت پیدا کی اور مختلف

شہروں میں مجاہدوں کی جماعتیں بنائیں۔ انگریزوں کو بھی اس کی خبر ہوئی اور مولوی صاحب کو قید کر کے پھانسی کی سزا دی گئی۔ پھانسی کی تاریخ ابھی مقرر نہیں ہوئی تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی شروع ہوگئی۔ سپاہیوں اور شہریوں نے مولانا کو جیل سے آزاد کرایا۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح نکلے اور اس فوج کے ساتھ جا ملے، جو انگریزوں سے مقابلہ کرتے کرتے شاہجہاں پور تک آ گئی تھی۔ مولانا نے اس فوج میں شریک ہو کر انگریزوں کے دانت کھٹے کر دیے۔ آخر انگریز سمجھ گئے کہ مولانا کا مقابلہ آسان نہیں۔ اب انھوں نے مکروفریب سے کام لے کر روہیل کھنڈ کی ایک ریاست ''پوائیں'' کے راجا کو اپنے ساتھ ملایا، کیوں کہ مولانا اس ریاست کو انگریزوں کے خلاف اپنا سرحدی مورچا بنانا چاہتے تھے۔ مولانا نے راجا سے ملاقات کی خواہش کی۔ راجا نے بھی خود مولانا سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا۔ ۵ جون ۱۸۵۸ء کو مولانا احمد اللہ تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ ''پوائیں'' پہنچے۔ بات چیت شروع ہوئی ہی تھی کہ اچانک راجا کے بھائی نے بندوق کا ایک فائر مولانا پر کیا، جس سے آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ راجا اور اس کے بھائی نے مولانا کا سر کاٹ کر کپڑے میں لپیٹا اور شاہجہاں پور پہنچ کر انگریز کے سامنے رکھا۔ انگریزوں نے اس مجاہد کا سر تھانے میں لٹکوا دیا۔ راجا کو اس غداری کے بدلے میں پچاس ہزار روپے انعام دیے۔ انگریزوں نے مولانا کو شہید تو کرا دیا، لیکن وہ جہاد کے اس جذبے کو نہ مٹا سکے، جس کو مولانا نے پیدا کیا تھا۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں نازل ہوں مولانا احمد اللہ شہید پر۔

مولانا فضل حق خیر آبادی

مولانا فضل حق خیر آبادی بہت بڑے عالم تھے۔ ۱۷۹۷ء میں خیر آباد میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی اور دوسرے مشہور عالموں سے تعلیم پائی اور وہ نام پیدا کیا کہ ان کے علم کا

لوہا آج بھی بڑے بڑے عالم مانتے ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی سے ہندستان میں علم خوب پھیلا۔ ان کے صاحب زادے مولانا عبدالحق خیر آبادی تھے، جنھوں نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی تھی۔ انھوں نے اپنے والد کی طرح علم کو ہندستان میں خوب پھیلایا۔ مولانا عبدالحق کے شاگردوں میں علامہ حکیم برکات احمد ٹونکی تھے، جن سے علم کے چشمے پھوٹے، آج پرانے فلسفے، منطق و ادب کا ہندستان میں کوئی طالب علم بھی ایسا نہیں، جو مولانا فضل حق خیر آبادی کا نام نہ جانتا ہو اور ان کے علمی مرتبے کو نہ مانتا ہو۔ مولانا نے شروع میں الور، سہارن پور، ٹونک اور جھجر میں نوکری کی پھر لکھنؤ میں صدر الصدور ہو گئے۔

۱۸۵۷ء میں جب جنگِ آزادی شروع ہوئی تو یہ فوراً اپنے وطن سے دہلی پہنچے۔ بہادر شاہ بادشاہ کو نذر پیش کی۔ بادشاہ اُن سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور جس طرح سے بھی ہو سکا جنرل بخت خاں کی مدد کی، جو آزادی چاہنے والی فوجوں کو انگریزوں سے لڑا رہا تھا۔ جب بہادر شاہ ظفر قید ہو گئے اور انگریزوں نے مکروفریب سے کامیابی حاصل کر لی تو یہ غمگین ہو کر اپنے وطن چلے آئے۔ انگریزوں نے چُن چُن کر ملک کی آزادی چاہنے والوں کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا اور گولیوں کا نشانہ بنایا تھا۔ بھلا وہ مولانا کو کہاں چھوڑ سکتا تھا۔ مولانا کو اس فتوے کی وجہ سے ۱۸۵۹ء میں سیتا پور میں قید کیا اور لکھنؤ میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ مولانا سے پوچھا گیا: ''تم نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا؟''

مولانا نے عدالت میں نہایت جرأت اور دلیری سے کہا: ''بے شک! میں نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور وہ بالکل صحیح تھا۔''

عدالت نے مولانا کو کالے پانی کی سزا دی۔ مولانا نے کالے پانی (جزیرہ انڈمان) پہنچ کر طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اتنے بڑے عالم کے سپرد بارکوں کی صفائی کا کام لگایا۔

۱۹- اگست ۱۸۶۱ء کو پردیس میں مصیبتیں جھیل کر اور تکلیفوں کے دن پورے کر کے مولانا جنت کو سدھارے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کی پاکیزہ زندگی کا پیغام یہ ہے کہ: ''سچائی اور حق کو اونچا کریں، خواہ اس کے لیے جان دینے ہی کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔''

نواب عبدالرحمٰن خاں رئیس جھجر

جنگِ آزادی کے روشن ستاروں میں نواب عبدالرحمٰن خاں رئیس جھجر بھی ہیں، جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں فوج اور رُپیہ بھیج کر کافی حصہ لیا تھا۔ انھیں انگریزوں نے اس جرم میں پکڑا کہ انھوں نے مٹکاف نامی ایک انگریز کو پناہ نہیں دی۔ پہلے قید رکھے گئے، پھر مقدمہ چلا اور وطن سے محبت کرنے کے جرم میں ان کو پھانسی دی گئی۔ ان کے خاندان کو لُدھیانے میں نظر بند کر دیا گیا۔ پھانسی دینے والے بھی یہاں سے رخصت ہوئے، لیکن نواب عبدالرحمٰن خاں کے نام اور ان کے نیک کاموں کو بھلا کون بُھلا سکتا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے سیکڑوں آزادی چاہنے والے مسلمان اور ہندوؤں نے ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگِ آزادی میں انگریزوں کی غلامی سے وطن کو آزاد کرانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ سب آزادی کی تاریخ کے وہ روشن ستارے ہیں، جن کی روشنی اور چمک کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔

☆

دو چوہے

ڈاکٹر جمیل جالبی

دو چوہے ایک دوسرے کے بہت گہرے دوست تھے۔ ایک چوہا شہر کی ایک حویلی میں بل بنا کر رہتا تھا اور دوسرا پہاڑوں کے درمیان ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ گاؤں اور شہر میں فاصلہ بہت تھا، اس لیے وہ کبھی کبھار ہی ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ ایک دن جو ملاقات ہوئی تو گاؤں کے چوہے نے اپنے دوست شہری چوہے سے کہا: ''بھائی! ہم دونوں ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔ کسی دن میرے گھر تو آئیے اور ساتھ کھانا کھائیے۔''

شہری چوہے نے اس کی دعوت قبول کر لی اور مقررہ دن وہاں پہنچ گیا۔ گاؤں کا چوہا بہت عزت سے پیش آیا اور اپنے دوست کی خاطر مدارت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ کھانے میں مٹر، گوشت کے ٹکڑے، پنیر، آٹا اور پیٹھے میں پکے ہوئے سیب کے تازہ ٹکڑے اس کے سامنے لا کر رکھے۔ شہری چوہا کھاتا رہا اور وہ خود اس کے پاس بیٹھا میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔ اس اندیشے سے کہ کہیں مہمان چوہے کو کھانا کم نہ پڑ جائے۔ وہ خود گیہوں کی بالی منھ میں لے کر آہستہ آہستہ چباتا رہا۔

جب شہری چوہا کھانا کھا چکا تو اس نے کہا: ''دوست! اگر اجازت ہو تو میں کچھ کہوں؟''

گاؤں کے چوہے نے کہا: ''کہو بھائی! ایسی کیا بات ہے؟''

شہری چوہے نے کہا: ''تم ایسے خراب اور گندے بل میں کیوں رہتے ہو؟ اس جگہ پر نہ صفائی ہے اور نہ رونق۔ چاروں طرف پہاڑ، ندی اور نالے ہیں۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا۔ تم کیوں نہ شہر میں چل کر رہو۔ وہاں بڑی بڑی عمارتیں ہیں، کاروبار ہیں۔ صاف ستھری سڑکیں ہیں۔ کھانے کے لیے طرح طرح کی چیزیں ہیں۔ آخر یہ دو دن کی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

زندگی ہے۔ جو وقت ہنسی خوشی اور آرام سے گزر جائے، وہ غنیمت ہے۔ بس اب تم میرے ساتھ چلو۔ دونوں ساتھ رہیں گے۔ باقی زندگی آرام سے گزرے گی۔''

گاؤں کے چوہے کو اپنے دوست کی باتیں اچھی لگیں اور شہر چلنے پر راضی ہو گیا۔ شام کے وقت چل کر دونوں دوست آدھی رات کے قریب شہر کی اس حویلی میں جا پہنچے، جہاں شہری چوہے کا بل تھا۔ حویلی میں ایک ہی دن پہلے بڑی دعوت ہوئی تھی جس میں بڑے بڑے افسر، تاجر، زمیندار، وڈیرے اور وزیر شریک ہوئے تھے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حویلی کے نوکروں نے اچھے اچھے کھانے کھڑکیوں کے پیچھے چھپا رکھے ہیں۔ شہری چوہے نے اپنے دوست، گاؤں کے چوہے کو ریشمی ایرانی قالین پر بٹھایا اور کھڑکیوں کے پیچھے چھپے ہوئے کھانوں میں سے طرح طرح کے کھانے اس کے سامنے لا کر رکھے۔ مہمان چوہا کھاتا جاتا اور خوش ہو کر کہتا جاتا: ''واہ دوست! کیا مزے دار کھانے ہیں۔ ایسے کھانے تو میں نے خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔''

ابھی وہ دونوں قالین پر بیٹھ کھانے کے مزے لوٹ ہی رہے تھے کہ یکا یک کسی نے دروازہ کھولا۔ دروازے کے کھلنے کی آواز پر دونوں دوست گھبرا گئے اور جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اتنے میں دو کتے بھی زور زور سے بھونکنے لگے۔ یہ آواز سن کر گاؤں کا چوہا ایسا گھبرایا کہ اس کے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ ابھی وہ دونوں ایک کونے میں دُبکے ہوئے تھے کہ بلیوں کے غرّانے کی آواز سنائی دی۔ گاؤں کے چوہے نے گھبرا کر اپنے دوست شہری چوہے سے کہا: ''اے بھائی! اگر شہر میں ایسا مزہ اور یہ زندگی ہے تو یہ تم کو مبارک ہو۔ میں تو باز آیا۔ ایسی خوشی سے تو مجھے اپنا گاؤں، اپنا گندا بل اور مٹر کے دانے ہی خوب ہیں۔''

☆☆☆

ایک گلاس دودھ

ڈاکٹر مشتاق اعظمی

ایک غریب لڑکا اپنی تعلیم کے لیے گھر گھر کپڑے بیچ کر فیس کے لیے رقم جمع کرتا تھا۔ ایک دن اس کی جیب میں صرف پانچ رپے کا ایک سکہ رہ گیا تھا۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ اس نے سوچا کہ پانچ رپے میں بھلا کھانے کا کیا انتظام ہو سکے گا۔ اُسے خیال آیا کہ کیوں نہ کسی گھر کے دروازے پر وہ کچھ کھانے کے لیے مانگ کر اپنی بھوک مٹا لے۔ جیسے ہی وہ اگلے دروازے پر پہنچا، اندر سے ایک نوجوان اور بے حد خوب صورت عورت باہر نکلی۔ اُس عورت کو دیکھ کر لڑکے کو ہچکچاہٹ ہو رہی تھی کہ وہ کھانا مانگے یا نہیں۔ گھبراہٹ میں اس نے کھانے کے بجائے ایک گلاس پانی مانگ لیا۔ عورت نے اس لڑکے کی ہچکچاہٹ اور گھبراہٹ دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ وہ بہت بھوکا ہے۔ عورت اندر جا کر دودھ سے بھرا ایک

بڑا گلاس لے آئی۔ لڑکا پہلے تو بہت چونکا، پھر آہستہ آہستہ دودھ پی کر اس نے عورت کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا: ''مجھے اس ایک گلاس دودھ کے بدلے آپ کو کیا ادا کرنا ہوگا؟''

عورت نے جواب دیا: ''میری ماں نے مجھے سکھایا تھا کہ کسی کے ساتھ مہربانی کرنے کا معاوضہ یا اُجرت نہیں لینی چاہیے۔''

اس لڑکے نے جواب دیا: ''تب میں آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

دودھ پی کر جسمانی طور پر کچھ طاقت محسوس کرتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ اسے انسانی ہمدردی اور مہربانی نے بے حد متاثر کیا۔

برسوں گزر جانے کے بعد وہی عورت سخت بیمار پڑ گئی۔ مقامی ڈاکٹروں نے اپنے طور پر ہر طرح سے اس کا علاج کیا، لیکن اس کو شفا نصیب نہیں ہوئی۔ تب اس کو ایک بڑے شہر کے اسپتال میں بھیج دیا گیا، جہاں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی ٹیم موجود تھی۔ وہیں ایک ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر بھی موجود تھے، جن کا نام سجاد ہمدانی تھا۔ انھوں نے جب اس شہر کا نام سنا، جہاں سے وہ عورت آئی تھی تو ان کے ذہن میں یادوں کے چراغ روشن ہوگئے۔ ان میں ایک یاد دوسری یادوں سے زیادہ روشن اور واضح تھی۔ ڈاکٹر سجاد اُٹھے اور بیمار عورت کے کمرے تک گئے اور اندر داخل ہوتے ہی اس عورت کو پہچان لیا۔ یہ وہی عورت تھی، جس نے برسوں پہلے انھیں دودھ کا ایک گلاس پلایا تھا۔

ڈاکٹر سجاد اپنے کمرے میں واپس آئے اور عورت کو اس کی مہلک اور پُر اسرار بیماری سے بچانے کا تہیہ کر لیا۔ ایک لمبی مدت تک علاج جاری رہا۔ آخر وہ عورت کو شفا دینے میں کام یاب ہوگئے۔ ڈاکٹر سجاد نے پہلے ہی اسپتال کی انتظامیہ کو تاکید کر دی تھی کہ اس عورت کی بیماری پر اُٹھنے والے اخراجات اور اسپتال کے قیام کا بل ان کو دکھا کر بھیجا جائے۔ ڈاکٹر سجاد نے بل دیکھنے کے بعد اس کے کونے پر کچھ لکھا اور اپنے دستخط کر کے

مریضہ کے کمرے میں بھیج دیا۔

اس عورت نے بل کا لفافہ ہاتھ میں لیتے ہوئے سوچا کہ اتنی لمبی مدت تک علاج کا خرچ اور اسپتال میں طویل قیام کے اخراجات کا بل اتنا زیادہ ہوگا کہ اس کی باقی زندگی اس بل کے ادا کرنے میں گزر جائے گی، لیکن جب اس نے لفافہ کھولا تو اس کی نظر چوڑے بل کے حاشیے پر لکھی تحریر پر پڑی، لکھا تھا:

''محترمہ! اسپتال کے تمام اخراجات کی ادائی ایک گلاس دودھ سے بہت عرصے پہلے کر دی گئی تھی۔''

آپ کا ڈاکٹر سجاد ہمدانی

یہ تحریر پڑھ کر اس عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سوچا کہ ہماری زندگی میں بہت سے لوگ آتے ہیں، لیکن اتنا اچھا اور مہربان انسان کسی کو نصیب ہی سے ملا کرتا ہے۔ ☆

کنویں کا راز

عیرہ لطیف

حماد کے سارے دوست آج ان کے باپ دادا کی زمینوں پر سیر کرنے آئے ہوئے تھے۔ وہ سب میٹرک کا امتحان دے کر فارغ ہو چکے تھے۔ مئی کی چلچلاتی دھوپ تھی۔ وہ سب آم کے گھنے درختوں کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آموں کے باغ کی دوسری طرف گندم کی فصل تیار کھڑی تھی۔

''آج کتنی گرمی ہے۔'' فراز نے کہا اور پاس چلتے ٹیوب ویل کے پانی سے منھ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔

ذیشان بھی اس کے ساتھ ٹیوب ویل کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ جب کہ حماد، جوزف

اور ابراہیم بڑے سائز کے پکے ہوئے آم ڈھونڈنے میں مصروف تھے۔

اسی باغ کے دائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک کھیت میں حماد کے دادا اور ابو نے سبزیاں اُگائی ہوئی تھیں۔ بچوں نے کچھ دیر پہلے بڑے غور سے تمام سبزیوں کا معائنہ کیا تھا۔ انھوں نے پہلی دفعہ بالکل تازہ سبزیاں دیکھی تھیں۔ زمین پر پھیلی ہوئی کریلے، بھنڈی اور کدو کی بیلیں، ہرا دھنیا، ٹماٹر اور ہری مرچوں کے پودے بھی دیکھے۔ وہ یہ سب حیرت سے دیکھ کر اب آموں کی طرف آئے تھے۔ پہلے یہ سب چیزیں بس دکانوں پر ہی دیکھی تھیں یا سبزی والے کی ریڑھی پر، مگر اب کھیتوں میں اُگی ہوئی دیکھنے کا تجربہ ہی الگ تھا۔

حماد، ذیشان، فراز، ابراہیم اور جوزف بہت اچھے دوست تھے۔ وہ سب شہر میں رہتے تھے، جب کہ حماد گاؤں سے شہر میں پڑھنے جاتا تھا۔

ذیشان اور فراز آپس میں کزن تھے اور ان دونوں کے والد مختلف اسکولوں میں

پڑھاتے تھے۔ ابراہیم کے والد ڈاکٹر تھے۔ حماد کے ابو زمیندار تھے۔ جب کہ جوزف کے فادر ایک چرچ میں پادری تھے۔ جوزف سے ان سب کی دوستی آٹھویں کلاس میں ہوئی تھی۔ جوزف ایک اچھے اور سلجھے ہوئے مزاج کا لڑکا تھا۔ ان کی دوستی میں کبھی مذہب آڑے نہیں آیا تھا، کیوں کہ ہمارے ملک میں اقلیتوں کو عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور انھیں مکمل مذہبی آزادی دی جاتی ہے۔ سب بچوں کے ماں باپ نے بھی جوزف سے دوستی پر کبھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ حماد کے یہ سب دوست شہر میں رہتے تھے، مگر انھیں گاؤں اور فصلیں دیکھنے کا بے حد شوق تھا اور آج سب حماد کی دعوت پر یہاں اکٹھے ہوئے تھے۔

حماد کے ابو نے بچوں کو خوش کرنے کے لیے آج ٹیوب ویل بھی خاص طور پر چلایا تھا اور حماد کی امی گھر میں ان سب کے لیے مزے دار کھانا تیار کر رہی تھیں۔

آموں کے اس باغ کے مغربی حصے میں ایک چار دیواری نظر آ رہی تھی، جس میں چھوٹا سا لکڑی کا دروازہ لگا ہوا تھا۔

''حماد! وہ چار دیواری کے پار کیا ہے؟'' جوزف نے پوچھا۔

''وہاں جنّات رہتے ہیں۔'' حماد نے سرگوشی کی۔

''کیا......؟'' جوزف حیرت سے چلّایا۔

ذیشان اور فراز بھی اب ان کے پاس آ گئے تھے۔ ان کے کپڑے خاصے بھیگ چکے تھے، مگر سخت گرمی میں بھیگے ہوئے کپڑے ٹھنڈک کا احساس دلا رہے تھے۔ حیران ہونے کے بعد جوزف کے منھ سے قہقہہ نکل گیا۔

''کیا ہوا؟'' ابراہیم، فراز اور ذیشان نے ایک ساتھ پُرتجسس انداز میں پوچھا۔

''حماد کے کھیتوں میں ایک طرف جنات کا گھر بھی ہے۔'' جوزف نے مذاق اُڑانے والے انداز میں چار دیواری کی طرف اشارہ کیا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا۔'' حماد بدستور سنجیدہ تھا۔

''اوہو، حماد کی تو جنات سے بھی دوستی ہے۔'' ابراہیم ہنس کر بولا۔

''پہلے یہاں جگہ ہموار تھی اور باقی ساری زمین کی نسبت یہ جگہ اونچائی پر تھی۔ کھیتوں کو پانی نہیں ملتا تھا تو ہم لوگوں نے بہت سی مٹی یہاں سے اُٹھوائی تھی۔ جب مزدور یہاں سے مٹی اُٹھا رہے تھے تو اچانک یہاں یہ کنواں نظر آیا۔ سب لوگ حیران گئے تھے۔ یہ عام کنوؤں کی نسبت بہت بڑا اور بہت گہرا ہے۔ ابو اور دادا نے اس کنویں میں مٹی ڈلوا کر اس کو بند کرنے کی کوشش کی تھی، مگر مٹی اندر جا کر کہیں غائب ہو جاتی ہے۔ کنویں کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ ابو نے کچھ مزدور بھی کنویں کے اندر اُتارے تھے۔ جب وہ باہر آئے تو بتایا کہ کنویں کی تہ میں کوئی سرنگ ہے۔ کوئی راستہ کہیں جاتا ہے۔ ایک مزدور کو چوٹ بھی لگ گئی تھی۔ وہ سب اندھیرے اور گہرائی سے ڈر گئے تھے۔ ابو نے کچھ سوچ کر اس جگہ کو ایسے ہی بند کروا دیا تھا۔ بچوں سے کہہ دیا تھا کہ اِدھر جنات رہتے ہیں، تاکہ وہ اِدھر نہ آئیں، کہیں کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔'' حماد نے ان سب کو تفصیل سے بتایا۔ وہ سب حیرت اور دل چسپی سے یہ باتیں سن رہے تھے۔

''برصغیر میں بادشاہ جنگوں میں شکست کے بعد فرار ہونے کے لیے ایسی خفیہ سرنگیں بنوایا کرتے تھے۔'' ابراہیم نے بتایا۔

''حماد! ہمیں وہ کنواں پاس جا کر دیکھنا چاہیے۔'' ذیشان نے فرمائش کی۔

''توبہ توبہ، میرے بابا تو میری ٹانگیں توڑ دیں گے۔'' حماد نے بے ساختہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''تمھارے دادا جان اور ابو تو ٹیوب ویل بند کر کے گھر چلے گئے ہیں۔ ابھی جب ہم ٹیوب ویل کے پاس تھے تو وہ کہہ کر گئے ہیں کہ بچو! کھانا تیار ہو رہا ہے، جلدی گھر آ جانا۔'' فراز نے بتایا۔

''چاچا علی بخش اور چاچا نور دین جو یہاں فصلوں پر کام کرتے ہیں، وہ سارا دن اور ساری رات یہیں رہتے ہیں۔ وہ ٹیوب ویل کے پاس چھوٹا سا کمرہ ان ہی کا ہے۔ وہ ہمیں اُدھر نہیں جانے دیں گے۔'' حماد نے کہا۔

''کوئی ترکیب کرو پلیز، ہمیں جانا ضرور ہے کنواں دیکھنے، پلیز۔'' جوزف نے التجا کرتے ہوئے کہا۔

''تم لوگ وہاں شرارت نہیں کرنا، بس دیکھ کر آ جانا۔'' حماد نے وارننگ دی۔

''ہاں ہاں صرف دیکھ کر آ جائیں گے۔'' وہ چاروں ایک ساتھ بولے۔

مگر شرارت ان کی آنکھوں سے نمایاں تھی۔ ایک نئی مہم کے لیے جوش ان کے چہروں سے جھلک رہا تھا۔

''چاچا علی بخش!'' حماد نے آواز دی۔ وہ کچھ دور سبزیاں توڑنے میں مصروف تھے۔

''جی بیٹے!'' چاچا ہاتھ صاف کرتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

حماد نے کہا: ''چاچا! پیاس لگ رہی ہے، ٹھنڈے جوس تو لا دیں۔''

ان کے کھیتوں سے کچھ دور کچی پگڈنڈی کے پار پکی سڑک تھی اور سڑک کے پار

آبادی شروع ہو جاتی تھی۔ چاچا کو آدھا گھنٹہ ضرور لگ جاتا۔

''ابھی لایا، آج گرمی بھی بہت ہے۔'' چاچا نے حماد سے پیسے لیے اور سڑک کی جانب آہستہ آہستہ چل پڑے۔

چاچا نوردین تھکے ہارے کام کر کے ان سے کافی دور ایک درخت کے سائے میں چارپائی پر لیٹے اونگھ رہے تھے۔

چاچا علی بخش جونہی نظروں سے اوجھل ہوئے، وہ سب چار دیواری کی طرف چل پڑے۔ چھوٹا سا لکڑی کا دروازہ عبور کر کے وہ اندر آئے تو نیم کے ایک بہت بڑے درخت کے نیچے ایک بہت بڑا کنواں نظر آ رہا تھا۔ چھوٹی سی گول دیوار کنویں کے گرد بھی تھی، جو شاید حماد کے ابو نے بنوائی تھی۔ وہ سب نیچے جھانکنے لگے۔

کنویں کی گہرائی میں گھپ اندھیرا تھا۔ قریب ہی کسی درخت سے کوئی پرندہ چیختا ہوا اُڑا تھا۔ وہ سب جو نیچے دیکھنے میں محو تھے، اچانک چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔

''اس کے نیچے سے پانی کیوں نہیں نکلا؟ اتنی گہرائی سے تو پانی نکل آتا ہے۔'' ابراہیم نے پوچھا۔

''پتا نہیں اس کی گہرائی کا تو کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا ہے۔ شاید بہت نیچے پانی بھی ہو، مزدور جہاں تک اُترے تھے۔ وہاں کچھ ہموار سطح کے نیچے مزید گہرائی تھی۔ مزدور پھر وہیں سے واپس آ گئے تھے۔'' حماد نے بتایا۔

''یہ لوہے کی سیڑھی بھی بنی ہوئی ہے نیچے اُترنے کے لیے، مگر بہت پرانی اور زنگ آلود ہے۔'' ذیشان حیرت سے بولا۔

''مزدور اسی سیڑھی کے ذریعے اُترے تھے، مگر یہ سیڑھی اس ہموار جگہ جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ آگے مزید اندھیرا ہے۔'' حماد بولا۔

''اس میں اُتر کر دیکھیں۔'' ابراہیم نے تجسس سے پوچھا۔

''بکواس نہیں کرو، واپس چلو۔'' حماد نے ڈپٹ کر کہا۔

''تم تو سدا کے ڈرپوک ہو، کیا ہو جائے گا وہاں تک جا کر واپس آ جائیں گے۔'' ذیشان نے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے حماد کو قائل کیا۔

''مہمانوں کی فرمائش کو ٹھکرایا نہیں کرتے۔'' فراز نے غیرت دلائی۔

''ہم لوگوں کو ایسی حماقت نہیں کرنی چاہیے۔'' حماد سوچ میں پڑ گیا۔

''پلیز حماد! پلیز۔'' وہ سب ایک ساتھ بولے۔

آخر حماد نے کہا: ''اچھا چلو، وہ درخت کی کھوہ میں چاچا نوردین کا تھیلا ہے، جس میں رات کو کھیتوں کو پانی دینے کے لیے ٹارچ وغیرہ رکھی ہوتی ہے، وہ میں لے آؤں گا۔''

حماد چاچا نوردین کا تھیلا اُٹھا لایا۔ اس میں سے ٹارچ نکالی اور احتیاطاً تھیلا بھی کندھے پر لٹکا لیا۔

انھوں نے لوہے کی اس زنگ آلود سیڑھی سے اُترنا شروع کیا، جو کنویں کی دیوار کے ساتھ مضبوطی سے جڑی ہوئی تھی۔ جوزف سب سے آگے تھا۔

''سیڑھیاں تو ختم نہیں ہو رہی ہیں، اندھیرا شروع ہو گیا ہے۔'' جوزف کی آواز کنویں میں گونجی۔

حماد سب سے اوپر تھا۔ اس نے چھوٹی رسی سے بندھی ٹارچ، جو گلے میں لٹکائی ہوئی تھی، جلائی تو کنویں میں روشنی ہو گئی۔ جونہی روشنی ہوئی نیچے سے دو چمگادڑیں پھڑ پھڑاتی

ہوئی تیزی سے نکلیں۔ ان سب کی چیخیں نکل گئیں۔ چمگادڑیں تیزی سے باہر نکل گئیں۔

''چلو، واپس چلیں۔'' حماد خوف زدہ ہو کر بولا۔ تب تک جوزف اور فراز کنویں کی ہموار سطح پر اُتر چکے تھے۔ یہ تین فیٹ چوڑی اور چار فیٹ لمبائی میں ہموار سطح تھی، جیسے کوئی ہموار چٹان کنویں کے وسط میں گڑی ہو۔ وہ سب اب اس کے اوپر کھڑے حیرت زدہ نیچے دیکھ رہے تھے۔ نیچے ٹارچ کی روشنی جہاں جا رہی تھی، وہاں سے آگے سامنے دیوار کی گولائی میں تقریباً تین فیٹ کا خلا تھا، جو اندر تک جا رہا تھا۔

''لگتا ہے یہی سرنگ ہے، جو مزدوروں کو نظر آئی تھی۔'' جوزف نے کہا۔

''ہمارے گاؤں سے کچھ دور ایک خستہ حال پرانا قلعہ ہے، جو اب ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ صرف کھنڈرات باقی ہیں۔ وہ محکمۂ اوقاف کی زیرِ نگرانی ہے۔ مزدور جو یہاں اُترے تھے، ان کا خیال تھا کہ یہ سرنگ ان ہی کھنڈرات تک جاتی ہے۔'' حماد نے لرزتی آواز میں بتایا۔ اس کی آواز کنویں میں گونج رہی تھی۔

''کیا کوئی مزدور گیا تھا؟'' ذیشان نے پوچھا۔

''ایک نے کوشش کی تھی۔ اس دوران وہ زخمی ہو گیا۔ ٹانگ پر چوٹ لگ گئی، پھر سارے مزدور واپس چلے گئے۔''

جس جگہ وہ کھڑے تھے، ان کے پیچھے ایک چمکتا ہوا سیاہ پتھر باہر کو اُبھرا ہوا تھا، جب کہ باقی کنویں کی اینٹیں سرخ رنگ کی تھی، جو مٹی گرد جمنے سے مٹیالی رنگ کی ہو رہی تھیں، مگر وہ سیاہ پتھر چمک رہا تھا۔

''یہ پتھر اتنا چمک دار کیوں ہے۔'' جوزف نے پتھر پر ہاتھ رکھا۔

''یہ پتھر باہر نہیں نکل سکتا۔'' یہ کہتے ہوئے فراز نے اُبھرے ہوئے پتھر کو کھینچنا چاہا تو

ایک گڑگڑاہٹ سی ہوئی۔ وہ سب سہم کر چیخیں مارتے ہوئے ایک دوسرے سے چمٹ گئے۔

اس گڑگڑاہٹ کے ساتھ جہاں وہ کھڑے تھے، دیوار اوپر کو اُٹھی اور ایک دروازہ سا بن گیا۔ اندر ایک اور لمبی سرنگ تھی۔

''ارے یہ کیا ہے۔'' فراز کے منھ سے نکلا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سرنگ میں گھُپ اندھیرا نہیں تھا۔ سرنگ کی چھت پر ایسے سفید چمکتے پتھر جڑے ہوئے تھے، جو سرنگ کو ہلکا ہلکا روشن کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ان کے حواس ذرا بحال ہوئے تو ابراہیم حیرت سے بولا: ''یہ چمکتے پتھر کہیں ہیرے تو نہیں ہیں؟''

''چلو، واپس چلیں۔'' ذیشان بے چینی سے بولا۔

حماد کو بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ رو دینے والے لہجے میں بولا: ''اگر دادا جان یا ابو کو پتا چل گیا تو میری بہت پٹائی ہو گی۔''

''اچھا اچھا چلتے ہیں۔'' جوزف نے سرنگ کے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔

''یہاں زہریلے سانپ بھی ہو سکتے ہیں اور دوسرے کیڑے بھی۔ نہ جانے کتنی صدیوں سے یہ سرنگ بند ہے۔ راجا یا بادشاہ ایسی سرنگ اپنے محل یا قلعے سے جنگ میں شکست کے بعد فرار ہونے کے لیے بنواتے تھے۔'' فراز نے خیال آرائی کی۔

جوزف کے پیچھے وہ سب بھی سرنگ کے اندر داخل ہو گئے۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئے۔ دروازہ ایک گڑگڑاہٹ سے پھر اپنی جگہ واپس آ گیا۔

وہ سب خوف زدہ، پریشان، سہم کر وہیں ساکت کھڑے رہ گئے۔

(دوسرا ٹکڑا آئندہ شمارے میں)

بچوں کا جلسہ

فیض لودھیانوی

جلسہ تھا دھوم دھامی ، بچے بہت سے آئے — رہ رہ کے اُس میں سب نے نعرے یہی لگائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

مہنگائی بڑھ گئی ہے ، ہر چیز چڑھ گئی ہے — میلے میں جانے والا کیا کھائے کیا نہ کھائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

اس وقت دس رپے کی اوقات دس ٹکے ہے — ہم ان سے کیا خریدیں ، کوئی ہمیں بتائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

سونے کے بھاؤ اکثر بکنے لگے کھلونے — پروردگار! ہم کو اس لُوٹ سے بچائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

افسوس! آ گیا ہے کیسا عجب زمانہ — تہوار کی خوشی بھی غم کا پیام لائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

لالچ نہیں ، یہ بالکل جائز مطالبہ ہے — سب اس کو مان جائیں، اپنے ہوں یا پرائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

مجبور ہو کے اب ہم فریاد کر رہے ہیں — بچہ نہ روئے جب تک ماں دودھ کب پلائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

انصاف کا تقاضا پورا کرو بزرگو! — ایسا نہ ہو کہ دنیا تم پر بھی ظلم ڈھائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

بے چارگی کا رونا اے فیض! تم ہی سن لو — مظلوم نسل اپنی بپتا کسے سنائے
اس عید پر ہماری عیدی بڑھائی جائے

مسلم دنیا، عید اور بچے

نسرین شاہین

دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے عید الفطر ایک بڑا مذہبی تہوار ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں عید کا دن اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ عید تو بچوں کی ہوتی ہے۔ یہ ایک لحاظ سے درست بھی ہے۔ آدھا رمضان ختم ہوتے ہی بچوں میں جوش وخروش شروع ہو جاتا ہے۔ بچے عید سے پہلے ہی تصور میں خود کو رنگا رنگ کپڑے اور نئے جوتے پہنے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ساتھ ہی بڑوں سے ملنے والی عیدی سے بھری اپنی جیب کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔

دنیا کے تمام مسلمان عید بھرپور طریقے سے مناتے ہیں۔ مختلف اسلامی ممالک میں عید بچے کیسے مناتے ہیں، یقیناً آپ یہ جاننا چاہیں گے۔ بچے اپنی خوشی کا اظہار کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔ آیئے! آپ کو بتائیں کہ مختلف اسلامی ممالک میں بچے کیسے عید مناتے ہیں۔

☆ **انڈونیشیا:** اس ملک میں سب سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی طرح وہ بھی رمضان المبارک کے بعد عید الفطر اہتمام سے مناتے ہیں۔ عید سے دو دن پہلے سرکاری طور پر چھٹیاں ہو جاتی ہیں جو ایک ہفتے تک جاری رہتی ہیں۔ ان چھٹیوں میں انڈونیشی بچے اپنے والدین کے ساتھ نئے کپڑے، جوتے اور رشتے کے ہم عمر بہن بھائیوں کے لیے تحفے خریدتے ہیں۔ عید کے دن نماز پڑھ کر سب دوست ایک دوسرے کے گھر جمع ہو کر عید کی خوشیوں کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ بچے نئے کپڑے پہن کر عید کے خصوصی کھانوں کا مزہ لیتے ہیں۔

☆ **مصر:** مصری کے مسلمان بھی بڑے جوش سے عید مناتے ہیں۔ وہاں عید کی چار، پانچ چھٹیاں ہوتی ہیں۔ مساجد اور کھلے میدانوں میں لاکھوں مسلمان عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔ غریب مصری بچے بھی نئے کپڑے ضرور پہنتے ہیں۔ عید کے دنوں میں خاندان کے تمام لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لیے بھی نئے کپڑے ضرور پہنے جاتے ہیں۔ ننھے منے معصوم بچے گلیوں اور باغوں میں اپنے من پسند کھیل کھیلتے ہیں۔ سب بچے صبح بہت جلد جاگ جاتے اور بڑوں کے ساتھ نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں۔ خواتین عید کے خصوصی کھانے تیار کرتیں ہیں اور بچے عید کے کپڑے پہن کر دوسرے رشتے داروں سے ملنے چلے جاتے ہیں۔ خاندان کے بڑے، بچوں کو ''عیدی'' پہلے بھی دیتے تھے اور آج بھی یہ روایت مصر میں قائم ہے۔ عیدی کی وجہ سے عید بچوں کے لیے کشش رکھتی ہے۔

☆ **ملائیشیا:** ملائیشیائی لوگ عید پر ملایا کے روایتی لباس پہنتے ہیں۔ کرتا یا قمیض کے ساتھ پتلون یا شلوار کی قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ ملائیشیا کے مرد سر پر ''سونگ کوک'' (SONGKOK) پہنتے ہیں۔ یہ جناح کیپ جیسی ٹوپی ہوتی ہے۔ ان کا خاص لباس ''کین سامپنگ'' (KAIN SAMPING) کہلاتا ہے۔ یہ رنگین کپڑا کمر کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔ وہاں کے مرد یہ لباس پہن کر مسجد میں نمازِ عید ادا کرتے ہیں۔ ملائیشین خواتین اور چھوٹی بچیاں رنگ برنگے اور خوب صورت لباس پہن کر عید کا تہوار مناتی ہیں۔ بچے نئے کپڑے پہن کر عید کا دن کھیلتے ہوئے گزارتے ہیں۔ ملائیشین لوگ بچوں کو ''عیدی'' بھی دیتے ہیں، یہ رواج ہر اسلامی ملک میں ہے، کیوں کہ اگر عیدی نہ ہو تو بچوں کی عید بے مزہ ہو جائے۔ ملائیشین بچے عیدی پا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

☆ **عراق:** عراقی بچے خاص طور پر عید کا انتظار کرتے ہیں۔ اس دن جہاں انھیں نئے کپڑے، نئے جوتے اور دوسری نئی چیزوں کے استعمال کی خوشی ہوتی ہے، وہیں والدین سے ملنے والی عیدی ان کی خوشیوں کو دوبالا کر دیتی ہے۔ والدین بچوں کو عیدی دینے کے علاوہ تحفے بھی دیتے ہیں۔ دیگر رشتے دار بھی بچوں کو عیدی دیتے ہیں، تاکہ وہ یہ رقم اپنی مرضی سے خرچ کر سکیں۔ عراقی بچے عیدی کی رقم سے زیادہ تر کھانے پینے کی چیزیں یا کھلونے خریدتے ہیں۔

☆ **ترکی:** دیگر مسلم ممالک کی طرح ترکی میں عید کا اہتمام، جو ایشیائی یا افریقی اور خلیجی ممالک کی پہچان ہے، نظر نہیں آتا۔ البتہ بچے عید کی خوشی سے سرشار ہوتے ہیں۔ صبح سویرے نئے کپڑے پہن کر بڑوں کے ساتھ عید کی نماز ادا کرنے جاتے ہیں۔ عوامی تفریح کے لیے سرکاری طور پر تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جگہ جگہ میلے اور روایتی لوک کہانیوں پر مبنی کٹھ پتلی کے تماشے پیش کیے جاتے ہیں۔ ترکی میں بھی بچوں کو عیدی دینے کی روایت ہے۔ تحفوں کا بھی تبادلہ کیا جاتا ہے۔ ترک بچوں کے لیے عید کا دن بہت خاص دن ہوتا ہے۔

☆ **فلسطین:** فلسطین ان بدقسمت اسلامی خطوں میں سے ایک ہے، جہاں خراب سیاسی حالات نے ہر فلسطینی کے چہرے سے خوشی کا احساس چھین لیا ہے، پھر بھی اس مذہبی تہوار کو احترام سے منانے میں وہ پیچھے نہیں۔ خاص طور پر فلسطینی بچے عید کا دن اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ مل کر مناتے ہیں۔ اگر نئے کپڑے نہ بنا سکیں تو پرانے صاف ستھرے کپڑے پہن کر عید کی خوشیوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ فلسطین میں عید کی خوشی کا سلسلہ تین روز تک جاری رہتا ہے۔

☆

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

یاد رکھو

مرسلہ : افرح صدیقی، کورنگی، کراچی

☆ جب تمھارا منہ موتیوں سے بھرا ہو تو ایک اچھا ترانہ کیسے گا سکتے ہو اور جب تمھارے ہاتھ سونے سے لدے ہوں تو ان کو دعاے خیر کے لیے کیسے اُٹھا سکتے ہو؟

☆ تمھیں ہمیشہ گلاب کے پھول کی طرح ہونا چاہیے، جو ان ہاتھوں کو بھی خوشبو میں بسا دیتا ہے، جو اسے کچل ڈالتے ہیں۔

☆ کسی کے اعتماد کو دھوکا دینا سب سے مشکل کام ہے۔ جس کو دھوکا دیا گیا ہو، بات کُھل جانے کے بعد اس کا سامنا کرنا ایک غیرت مند کے لیے موت کے برابر ہے۔

☆ شکست نہ کھانے والا ارادہ، پریشان نہ کرنے والا خیال اور ختم نہ ہونے والی جدوجہد کام یابی کے ضامن ہیں۔

☆ بوڑھا انسان وہ ہے، جو علم حاصل کرنا بند کر دے خواہ اس کی عمر ۲۰ سال ہو یا ۸۰ سال۔

☆ علم کی باتیں سن کر جو ان پر عمل کرتا ہے، اس کے دل میں علم کا نور سما جاتا ہے۔

مہمان

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

مہمانوں کی جان لیوا قسم وہ ہوتی ہے جسے پرہیزی غذا درکار ہوتی ہے۔ کھانے کے لیے پوچھیں تو جواب ملتا ہے: ''نہ جی چاے تو میں نہیں پیتا آدھ سیر دہی کی لسی اور دو روٹیاں بس...... ! گندم کی روٹی تو میرے لیے زہر ہے۔ لقمہ پیٹ میں گیا کہ انتڑیاں سوجیں۔ کھچڑی اور دلیے کے سوا کچھ کھا ہی نہیں سکتا...... رات سونے سے پہلے دودھ تو میرے لیے بے حد ضروری ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے اور ہر کھانے کے

بعد دو سیب ...... نہ نہ میرے لیے کوئی تکلف نہ کیجیے گا۔ میں کہاں یہ مرغن کھانے ہضم کر سکتا ہوں! مہمان تھوڑا ہی ہوں، اپنا گھر ہے، آپ تکلف نہ کریں۔ میں تو صرف دو وقت دودھ پیتا ہوں، ناشتے کے ساتھ ڈبل روٹی، مکھن اور دو ہاف بوائل انڈے۔ ہاں! البتہ شام کو بکرے کے گوشت کی یخنی ضرور پیتا ہوں اور دوپہر کے کھانے کے ساتھ دہی ضرور ہو، آپ کوئی تکلف نہ کریں، ڈاکٹر نے سخت منع کر رکھا ہے۔''

گڑبڑ نامہ

مرسلہ : فیضان عثمانی

ناک بہے ہے سُو سُو سُو سُو
پیٹ میں ہوئے گُو گُو گُو گُو
پیروں میں ہو چُر چُر چُر چُر
بدن ہوا ہے جُھر جُھر جُھر جُھر
دانت بجے ہیں گر گر گر گر
ٹانگیں کانپیں تھر تھر تھر تھر
کان میں گونجے سَر سَر سَر سَر
پاؤں سے سر تک گڑ بڑ گڑ بڑ

قیمتی باتیں

مرسلہ : عائشہ فراز یا اقبال، عزیز آباد

☆ غصہ ایسا شیر ہے، جو مستقبل کو بکری بنا کر کھا جاتا ہے۔

☆ قد سے نہیں اپنے ظرف سے انسان بڑا ہوتا ہے۔

☆ پریشانی حالات سے نہیں، خیالات سے جنم لیتی ہے۔

☆ انسان کا سکون ختم کر دینے والی بیماری کا نام شک ہے۔

☆ تم دولت کی حفاظت کرتے ہو، علم تمھاری حفاظت کرتا ہے۔

☆ انسان کا ڈر اس کی موت سے بھی زیادہ خوف ناک شے ہے۔

☆ ہماری کئی خواہشات میں ہمارے لیے تکلیفیں چھپی ہوتی ہیں، مگر انسان سمجھتا ہے کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

☆ استاد بادشاہ نہیں ہوتا، مگر بادشاہ ضرور بناتا ہے۔

☆ غصہ ہمیشہ تنہا آتا ہے، مگر جاتے جاتے

اپنے ساتھ عقل، اخلاق اور ذاتی خوب صورتی لے جاتا ہے۔

☆ جو انسان انتقام کے طریقے ڈھونڈتا رہتا ہے، اس کے زخم ہمیشہ ہرے رہتے ہیں۔

☆ جس طرح چھوٹے چھوٹے سوراخ بند کمرے میں سورج طلوع ہونے کی خبر دیتے ہیں، اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتیں انسان کا کردار نمایاں کرتی ہیں۔

پلہ مچھلی

تحریر : مولانا اعجاز الحق قدوسی

پسند : تحریم خان، نارتھ کراچی

سنہ ۱۳۵۱ء میں ہندستان کے حکمراں سلطان شاہ محمد تغلق کے غلام طغی نے بغاوت کر دی۔ محمد شاہ تغلق نے اس کا پیچھا کیا۔ طغی کو جب یہ معلوم ہوا کہ محمد شاہ اس کا پیچھا کر رہا ہے تو بھاگ کر ٹھٹھہ پہنچا۔ محمد شاہ تغلق اس کا پیچھا کرتے ہوئے سندھ میں داخل ہو گیا۔ محرم کا مہینا تھا۔ ابھی وہ ٹھٹھہ سے چودہ میل کے فاصلے پر تھا کہ یوم عاشورہ آ گیا۔ محمد شاہ تغلق نے باورچی خانے کے داروغہ کو بلا کر حکم دیا: ''آج پلہ مچھلی تیار کی جائے، میں شام کو اسی سے روزہ افطار کروں گا۔''

پلہ مچھلی دستر خوان پر تھی اور پکائی بھی سلیقے سے گئی۔ ادھر محمد شاہ تغلق روزے سے تھا۔ بھوک خوب لگی ہوئی تھی۔ بادشاہ نے جی بھر کر مچھلی کھائی۔ مچھلی کے زیادہ کھانے کی وجہ سے محمد شاہ تغلق بیمار پڑ گیا۔ طبیبوں نے طرح طرح کے علاج کیے، مگر مرض بڑھتا گیا۔ آخر گیارہ روز بیمار رہ کر محمد شاہ تغلق نے ۲۱ محرم ۷۲۵ھ (۱۳۵۱ء) کو وفات پائی۔

آج بھی سندھ میں جب لوگ پلہ مچھلی کھاتے ہیں تو دستر خوان پر مذاق کے طور پر ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ''بھائی اپنے پیٹ کا خیال رکھ کر کھانا، سلطان محمد شاہ تغلق نے اسی کے پیچھے اپنی جان دی ہے۔''

گستاخی معاف

مرسلہ : شاہد بٹ، کراچی

☆ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر نہ کرنے میں میں ضرور ہے۔

☆ گیدڑوں کا لشکر، جس کا سالار شیر ہو، شیروں کی اس فوج سے بہتر ہے، جس کی کمان گیدڑ کے ہاتھ میں ہو۔

☆ چہرے کو خوب صورت بنانے کا سب سے اچھا طریقہ اس پر مسکراہٹ سجانا ہے۔

☆ اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ بہت طاقت ور ہیں تو سمجھ لیں کہ آپ اتنے طاقت ور نہیں۔

☆ اندھیرے کو کوسنے سے بہتر ہے آپ ایک دیا جلا دیں۔

☆ دوسرے کا چراغ بجھ جانے سے آپ کے چراغ کی روشنی میں اضافہ نہیں ہوگا۔

بگلا پکڑنے کا صحیح طریقہ

مرسلہ : اُمیمہ ریان، کراچی

کسی ساحلی بستی کے ایک لڑکے نے اپنے استاد شکاری سے پوچھا: ''استاد جی! میں چھوٹے موٹے پرندے تو زندہ پکڑ لیتا ہوں، مگر بگلا آج تک نہیں پکڑ سکا۔''

شکاری نے کہا: ''یہ تو بہت آسان ہے۔ جب بھی تم کسی چٹان پر بگلا بیٹھا دیکھو، دبے پاؤں اس کے پیچھے جاؤ، سر پر موم بتی رکھ کے جلا دو۔ موم کے پگھلتے قطرے بگلے کی آنکھوں میں پڑنے سے وہ نابینا ہو جائے گا۔ اس کے بعد آرام سے اسے گردن سے پکڑو اور تھیلے میں ڈال لو۔''

لڑکے نے پوچھا: ''استاد جی! ایک بات تو بتائیں۔ جب میں بگلے کے اتنا نزدیک پہنچ جاؤں تو پھر سر پر موم بتی رکھنے کی کیا ضرورت ہے، فوراً ہی گردن کیوں نہ دبوچ لوں؟''

شکاری نے کہا: ''بات تو تیری ٹھیک ہے بچے! پر اس طرح بگلا پکڑنا کوئی فنکاری تو نہ ہوئی۔'' ☆

سوہنل مر گیا

ضیاالرحمٰن غیور

بہت دنوں کی بات ہے۔ کسی ملک میں ایک دھوبی رہتا تھا۔ دھوبی بڑا غریب تھا۔ اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ وہ اس سے بوجھ ڈھونے کا کام بھی لیتا تھا اور سواری بھی کرتا تھا۔ گھر پر دھوبی کے بچے بھی اس سے کھیلتے رہتے تھے۔ اتفاق کی بات ہے گدھا کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ دھوبی اور اس کے گھر والوں کو اس کے مرنے کا شدید صدمہ تھا۔ اس وقت کے رواج کے مطابق اگر کسی کا کوئی عزیز مر جاتا تو وہ اس کے غم میں سر مُنڈوا لیتا تھا۔ دھوبی نے بھی گدھے کے غم میں اپنا سر مُنڈوا لیا۔ اس دوران اس کا عزیز

دوست کمہار اس سے ملنے آیا۔ دھوبی کا سر مُنڈا ہوا دیکھ کر اس نے افسوس سے پوچھا: ''آپ کا کوئی عزیز مر گیا ہے؟''

دھوبی نے انتہائی غم زدہ لہجے میں کہا: ''ہاں سوہنل مر گیا ہے۔'' دھوبی نے پیار سے اپنے گدھے کا نام سوہنل رکھا تھا۔ کمہار سمجھا سوہنل دھوبی کے کسی عزیز رشتے دار کا نام ہے۔ وہ بھی غم زدہ ہو گیا۔ اس نے گھر آ کر دھوبی سے دوستی نبھاتے ہوئے اپنا سر بھی مُنڈ والیا۔

اسی دوران کمہار کو برتن دینے کے لیے شہر کے قاضی کے پاس جانا پڑا۔ قاضی شہر کو کمہار کے بنائے ہوئے برتن بہت پسند تھے، مگر جب اس نے کمہار کے مُنڈے ہوئے سر کو دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا؟ کمہار نے گردن جھکا کر انتہائی دکھ بھرے لہجے میں کہا: ''سوہنل مر گیا ہے۔''

قاضی شہر بھی یہی سمجھا کہ اس کا کوئی عزیز مر گیا ہے۔ قاضی کمہار کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ اس نے کمہار سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا سر بھی مُنڈ والیا۔

قاضی کسی کام سے وزیراعظم سے ملنے گیا۔ وزیراعظم نے علیک سلیک کے بعد پوچھا: ''تمھارا کوئی عزیز مر گیا ہے؟'' قاضی شہر نے غم زدہ لہجے میں کہا: ''سوہنل مر گیا ہے۔''

وزیراعظم نے قاضی صاحب سے افسوس کا اظہار کیا۔ اس کے جانے کے بعد قاضی سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے وزیراعظم نے بھی اپنا سر مُنڈ والیا۔ بادشاہ نے کسی کام سے وزیراعظم کو اپنے پاس بلوایا۔ وزیراعظم کا مُنڈا ہوا سر دیکھ کر اسے وزیراعظم سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اس نے بھی وزیراعظم سے کسی عزیز کے مرنے کے بارے میں پوچھا۔

وزیراعظم کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا: ''سوہنل مر گیا ہے۔''

بادشاہ کو یقین آ گیا کہ ضرور یہ کوئی وزیراعظم کا رشتے دار ہوگا۔ بادشاہ وزیراعظم کے غم کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا، کیوں کہ وہ اس کی حکومت کا اہم ستون تھا۔ بادشاہ نے شاہی حجام کو بلوایا اور اپنا سر بھی مُنڈ والیا۔

بادشاہ سے محبت کرنے والی رعایا نے جب بادشاہ کے سر کو مُنڈا ہوا دیکھا تو پورے ملک میں غم کی لہر دوڑ گئی اور سب لوگوں نے اپنے سر مُنڈ والیے۔ بادشاہ نے جب اپنی رعایا کو غم زدہ دیکھا تو اسے صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا اور وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ سوہنل نام کا وزیراعظم کا کون سا رشتے دار ہے، جسے میں نہیں جانتا۔ اس نے تصدیق کے لیے وزیراعظم کو بلوایا۔ وزیراعظم اس سوال پر بُری طرح بوکھلا گیا۔ اس نے سارا ماجرا بادشاہ کو سنا دیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ سوہنل دھوبی کا گدھا تھا۔ ☆

بھید کھل گیا

عبداللہ بن مستقیم

انسپکٹر خالد اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعے میں گُم تھے کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ انھوں نے سب انسپکٹر مکرم کو فون اُٹھانے کا اشارہ کیا۔ عین اسی وقت ان کے کمرے میں حوالدار امجد داخل ہوا۔ وہ سمجھا اسے اشارہ کیا ہے، اس لیے وہ فون کی طرف لپکا۔ سب انسپکٹر مکرم بھی فون کی طرف بڑھ چکا تھا، نتیجتاً یہ کہ دونوں ٹکرا کر رہ گئے۔

''تم دونوں نے مل کر ایک فون اُٹھایا ہے؟'' یہ کہہ کر انسپکٹر خالد نے وہ فائل رکھی اور فون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ دوسری طرف سے صدر صاحب کی آواز سنائی دی: ''خالد! تم سے کچھ مشورہ کرنا ہے، جلدی آ جاؤ۔''

انسپکٹر خالد نے ''جی اچھا'' کہہ کر فون رکھ دیا اور سب انسپکٹر مکرم کو اپنے ساتھ لے کر صدر صاحب کی طرف نکل گئے۔ دفتر میں انھوں نے حوالدار امجد کو بٹھا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ صدر صاحب کے گھر میں ان کے سامنے بیٹھے تھے۔

''جی کہیے سر!''

''مجھے پچھلے چند دنوں سے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی جا رہی ہے۔ کوئی بات ذہن میں آتی ہے اور فوراً نکل جاتی ہے، کوئی کام کرنا چاہتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ دو ہفتوں بعد آربین کے صدر آ رہے ہیں اور اُمید ہے وہ اپنے اس دورے میں ہمارے ملک کو ترقیاتی فنڈ فراہم کرنے کا معاہدہ کریں گے اور ان کے آنے سے صرف دو ہفتوں پہلے میری یہ حالت ہو گئی، اب بتاؤ میں کیا کروں؟''

''آپ نے کسی ڈاکٹر کو دکھایا سر!''

''ہاں دکھایا تھا، وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کوئی ایسی دوا جانتے ہوئے یا انجانے میں لے رہے ہیں، جو آپ کی یادداشت پر اثر ڈال رہی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ بعض اوقات نیند کی یا سکون کی گولیاں زیادہ لینے سے ایسا ہو جاتا ہے، مگر اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ نہ تو میں نیند کی گولیاں لیتا ہوں نہ سکون کی، پھر پتا نہیں کیا بات ہے۔ اس سلسلے میں مشورے کے لیے میں نے تمھیں بلایا ہے۔''

''آپ نے کل رات کھانے میں کیا کھایا تھا؟'' انسپکٹر خالد نے انھیں جانچنے کے لیے پوچھا۔

''کل رات...... پلاؤ...... نہیں شاید قورما تھا۔'' صدر صاحب نے ذہن پر بھرپور زور دیتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر خالد ان کی یہ حالت دیکھ کر فکر مند ہو گئے۔ دو ہفتوں بعد ایک اہم معاہدہ ہونے جا رہا تھا، آربین کے صدر بھی آ رہے تھے، جب کہ دشمن ممالک یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ معاہدہ تکمیل پائے۔ انسپکٹر خالد نے اسی وقت تفتیش شروع کر دی اور صدر صاحب سے اجازت لے کر سب سے پہلے ان کے باورچی خانے گئے۔ وہاں انھوں نے باورچیوں اور ملازموں سے چند سوالات کیے، پھر آخر میں ان سب کے انچارج سے بولے: ''صدر صاحب کے لیے گندم اور سبزیاں وغیرہ کہاں سے آتے ہیں؟''

''جی گندم شائن فلور ملز سے اور سبزیاں تیغوری مرچنٹ سے آتی ہیں۔''

''کیا پہلے بھی سب یہیں سے آتا تھا یا کہیں اور سے؟''

"جی پہلے بھی یہیں سے آتا تھا۔"

"ہوں......ایک کام یہ کریں کہ کھانے میں استعمال ہونے والی تمام اشیاء میں سے تھوڑی تھوڑی نکال کر نمونے کے طور پر مجھے دے دیں۔"

چند ہی منٹ بعد انچارج نے تمام چیزوں کے نمونے ان کے سامنے رکھ دیے۔ انھوں نے سب انسپکٹر مکرم کو وہ نمونے دے کر لیبارٹری بھیج دیا اور خود دفتر آ گئے۔

تقریباً تین گھنٹوں بعد مکرم کا لیبارٹری سے فون آیا: "سر! صدر صاحب کے دودھ میں کچھ گڑ بڑ ہے۔"

"اچھا تم صدر صاحب کے گھر جا کر پتا کرو کہ ان کا دودھ کہاں سے آتا ہے اور فوراً میرے پاس چلے آؤ۔" انھوں نے فون رکھا تو دیکھا کہ سامنے سے حوالدار امجد سیٹیاں بجاتا ہوا خراماں خراماں کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ اسے کمرے میں انسپکٹر خالد کی موجودگی کا علم نہیں تھا، وہ سمجھ رہا تھا کہ انسپکٹر خالد ابھی تک صدر صاحب کے پاس ہیں۔ جیسے ہی اس کی نظر انسپکٹر خالد پر پڑی اس کے منھ سے نکلا: "سس......سر آپ!" اس نے گھبراہٹ کے عالم میں جب سیلیوٹ مارنے کی کوشش کی تو اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دھڑام سے نیچے گرا۔ انسپکٹر خالد یہ دیکھ کر مسکرا دیے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد مکرم آیا اور انھیں بتایا کہ صدر صاحب کے گھر دودھ قریب ہی ایک باڑے سے آتا ہے۔ وہ فوراً اُٹھے اور مکرم کو لے کر باڑے کی طرف چل دیے۔ دفتر میں پہلے کی طرح انھوں نے حوالدار امجد کو بٹھا دیا۔ وہاں پہنچ کر وہ سیدھے باڑے کے مالک کے پاس گئے اور اسے تمام صورتِ حال بتائی۔ باڑے کا مالک یہ سن کر پریشان

ہو گیا۔ اس نے انسپکٹر خالد کو ساتھ لیا اور باڑے لے گیا۔ پھر کہا: "صاحب! آپ خود ہی دیکھ لیں، یہاں کے دودھ میں کوئی ایسی ویسی چیز شامل نہیں کی جاتی۔ کم از کم میری مرضی سے تو ایسا نہیں ہوتا، باقی کوئی خود سے ایسی حرکت کرتا ہو تو مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

انسپکٹر خالد نے ماہرین کو فون کیا۔ ماہرین نے جب باڑے میں مختلف جگہوں سے لے کر دودھ کو جانچا تو دودھ کی رپورٹ میں کوئی خرابی نہیں پائی گئی، یعنی دودھ میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی۔ انسپکٹر خالد سوچ میں پڑ گئے۔ باڑے میں دودھ بالکل ٹھیک تھا، جب کہ صدر صاحب کے باورچی خانے میں دودھ میں کچھ ملا ہوا تھا۔ ضرور باڑے سے صدر صاحب کے گھر لے جاتے ہوئے دودھ میں کچھ شامل کیا جاتا ہوگا۔ وہ مکرم کو چند ہدایات دے کر چلے گئے۔

اگلے دن انھوں نے مکرم کو اپنے کمرے میں بلایا اور اس سے پوچھا: "ہاں مکرم! کیا رہا؟"

"حیرت انگیز سر! حیرت انگیز۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"سر! میں نے معلوم کیا، صدر صاحب کا ایک ملازم روز صبح آٹھ بجے ایک بالٹی میں اس باڑے سے دودھ لاتا ہے۔ چوں کہ باڑا صدر صاحب کے گھر سے دور ہے، اس لیے وہ صدر صاحب کے ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں آتا جاتا ہے۔ میں نے اسے چیک کرنے کے لیے ڈرائیور کو ساری بات سمجھا کر اس کا یونی فارم لیا اور ڈرائیور کا حلیہ بنا کر صدر صاحب کے ملازم کو باڑے لے گیا۔ وہاں میں اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ اس نے باڑے کے ملازم سے اپنے سامنے بھینس کا تازہ دودھ بالٹی میں نکلوایا اور سیدھا گاڑی میں آ گیا۔

واپس آتے ہوئے بھی میں نے اس پر پوری طرح نظر رکھی اور سر! حیرت کی بات یہ ہے کہ دودھ کی بالٹی میں کچھ بھی نہیں ملایا۔''

''کیا......'' انسپکٹر خالد کے منھ سے مارے حیرت کے نکلا۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''عجیب بات یہ ہے سر! کہ جب اس نے باڑے میں بھینس کا دودھ نکلوایا تو وہ بالکل ٹھیک تھا، ظاہر ہے بھینس کا دودھ تو خالص ہی ہوتا ہے، لیکن جیسے ہی گھر لے جا کر اس دودھ کو چیک کیا گیا تو اس میں یادداشت کم زور کرنے والی دوا یا کیمیکل کے آثار موجود تھے، جب کہ صدر صاحب کے ملازم پر سے میں نے ایک لمحے کے لیے بھی نظر نہیں ہٹائی تھی۔''

انسپکٹر خالد چکرا کر رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ راستے میں خود بخود وہ کیمیکل اس دودھ میں کیسے آ جاتا تھا۔ انھوں نے خود باڑے کا اور صدر صاحب کے ملازم کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

اگلے دن صبح سات بجے انسپکٹر خالد باڑے میں موجود تھے۔ وہ وہاں سادہ لباس میں گئے تھے۔ انھوں نے ایک گوالے سے دو کلو دودھ مانگا اور گھوم پھر کر وہاں کا جائزہ لینے لگے۔ ان کا ارادہ صدر صاحب کے ملازم کو چیک کرنے کا تھا اور وہ آٹھ بجے آتا تھا، جب کہ ابھی سات بج رہے تھے۔ آٹھ بجے انھیں سامنے سے صدر صاحب کا ملازم آتا ہوا نظر آیا، اس کے ہاتھ میں ایک بالٹی تھی۔ انسپکٹر خالد نے اپنا کارڈ دکھا کر اس سے بالٹی لی اور اسے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ بالٹی نیلے رنگ کی تھی، مگر اندر سے اس کا رنگ ہلکا سبز تھا۔ انسپکٹر خالد نے کچھ سوچ کر اپنی جیب سے گاڑی کی چابی نکالی اور ہرے رنگ کو چابی سے

کھرچنا شروع کر دیا۔ فوراً ہی ہری تہ اُکھڑنے لگی، یہاں تک کہ بالٹی کا اصلی رنگ یعنی نیلا رنگ نظر آنے لگا۔ یہ وہی کیمیکل تھا، جس سے صدر صاحب کی یادداشت کم زور ہو رہی تھی اور اسے اس طرح بالٹی کے اندرونی حصے پر چپکایا گیا تھا کہ بالکل بالٹی کا حصہ لگے۔

ملازم نے جب یہ منظر دیکھا تو وہاں سے دوڑ لگا دی۔ انسپکٹر خالد نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا رُخ بھاگتے ہوئے ملازم کی ٹانگوں کی طرف کر دیا، پھر کچھ سوچ کر انھوں نے ریوالور کا رُخ اوپر کی طرف کیا اور ایک ہوائی فائر کر دیا۔ اسی وقت ملازم گھبرا کر نیچے گر پڑا۔ انسپکٹر خالد نے قریب جا کر اسے ہتھکڑیاں لگا دیں اور اسے دفتر لے آئے۔ وہاں حوالدار امجد اور سب انسپکٹر مکرم نے جب مجرم کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھیں تو پوچھے بغیر نہ رہ سکے: ''سر! یہ سب کیسے ہوا؟''

انسپکٹر خالد نے کہنا شروع کیا: ''ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ دودھ میں وہ یادداشت خراب کرنے والی دوا کیسے ملائی جاتی ہے، اگر ہمیں یہ بات پتا چل جاتی تو یہ بھی پتا چل جاتا کہ اسے ملانے والا کون ہے اور یہ بات میں نے پتا لگا لی۔ اس کیس کا عجیب پہلو یہ تھا کہ دودھ بھینس کے تھن سے براہِ راست نکالا جاتا تھا، جو کہ ظاہری بات ہے بالکل خالص ہوتا تھا، مگر گھر پہنچتے پہنچتے اس میں دوا کے اثرات شامل ہو جاتے تھے، ملازم بھی اس میں کچھ نہیں ملاتا تھا۔ اسے کچھ ملانے کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیوں کہ وہ بالٹی میں پہلے سے کیمیکل لگا کر لاتا تھا، جو گھر پہنچتے پہنچتے دودھ میں اپنا اثر شامل کر دیتا تھا۔ وہ کیمیکل کو بالٹی کے اندرونی حصے میں اس طرح لگا کر لاتا تھا کہ دیکھنے پر وہ بالٹی کا ہی حصہ معلوم ہو، اگر کیمیکل کا رنگ بالٹی کے رنگ سے مختلف نہ ہوتا تو میں بھی نہیں پہچان پاتا کہ وہ کیمیکل ہے۔''

''اوہ!'' دونوں کے منھ سے ایک ساتھ نکلا پھر سب انسپکٹر مکرم بولا: ''واقعی سر! یہ شخص بہت ذہین ہے اور اسے جیل میں ڈالتے ہوئے ہمیں افسوس ہوگا۔'' یہ جملہ کہتے

ہوئے سب انسپکٹر مکرم مسکرایا بھی تھا۔

پھر انسپکٹر خالد نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا: ''میں صدر صاحب کے گھر میں ملازم کے روپ میں پچھلے ایک مہینے سے کام کر رہا ہوں۔ میں پڑوسی ملک کا جاسوس ہوں اور مجھے اس لیے یہاں بھیجا گیا تھا کہ صدر صاحب کا ذہنی توازن بگڑ جائے اور آربین سے ہونے والا ترقیاتی معاہدہ نہ ہونے پائے۔''

انسپکٹر خالد نے کیس بنا کر اسے جیل بھجوا دیا۔

چند روز میں صدر صاحب کی حالت بہتر ہوگئی۔ آربین کے صدر کے آنے میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ اس دوران صدر صاحب مکمل طور پر صحت یاب ہو سکتے تھے۔ ☆

ایک باغ کے پھول

سجاد ہاشمی

ہم سبھی ایک باغ کے ہیں پھول

کچھ ہیں مقبول ، کچھ ہیں نامقبول

ہم شگفتہ بھی اور پھول بھی ہیں

اپنے احباب کو قبول بھی ہیں

جتنے پیارے وطن کے بچے ہیں

پڑھنے لکھنے کا شوق رکھتے ہیں

ہم سے چھوٹے بھی ہم کو پیارے ہوں

اور بڑے سب کے سب سہارے ہوں

ذہن کی خوبیوں کو اپناؤ

اور کوتاہیوں پہ مت جاؤ

اپنے ماں باپ کو سلام کرو

اور بہنوں کا احترام کرو

ماں ، کہ جس نے محبتیں دی ہیں

اور غربت میں راحتیں دی ہیں

اُس کے پیروں کے نیچے جنت ہے

بس وہی زندگی کی راحت ہے

بیت بازی

امیر زادوں سے دلّی کے مت ملا کر میر
کہ ہم غریب ہوئے ہیں ان کی دولت سے

شاعر: میر تقی میر　پسند: خرم خان، نارتھ کراچی

جب پڑا ہے وقت کوئی، ہو گئے ہیں سب الگ
دوست بھی اپنا نہیں، بیگانہ تو بیگانہ ہے

شاعر: داغ دہلوی　پسند: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

مدح سرائے مصطفیٰ ہے تو عمل بھی چاہیے
عرش جو ہو سکے تو ہو، عزم میں پُر ثبات چاہیے

شاعر: پنڈت بالمکند عرش ملیسانی　پسند: ناجیہ وسیم، دستگیر

یہ کس نے کہا ہے، مری تقدیر بنا دے
آ، اپنے ہی ہاتھوں سے مٹانے کے لیے آ

شاعر: حسرت جے پوری　پسند: آفرین صدف، ملتان

جس دن سے دی گئی ہے شکست اپنے آپ کو
اس دن سے کوئی مدِ مقابل نہیں رہا

شاعر: تابش دہلوی　پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

آج اپنے دوستوں کی صورتیں پہچان لو
یہ کسے معلوم کل کو کون کیا ہو جائے گا

شاعر: ریاض مجید　پسند: خدیجہ صمد، دستگیر

آنگن ختم ہوا تو بچے کھیل رہے ہیں سڑکوں پر
کاش! کوئی گھر بچ جاتا، بستی میں کوئی آنگن ہوتا

شاعر: نعیم ابرار　پسند: سید باذل علی ہاشمی، کورنگی

پھر سے غاروں میں چھپ گئی چڑیا
شہر کے حادثات سے ڈر کے

شاعر: نعیم الدین نظر　پسند: حماد انیس، لانڈھی

شہر میں قتلِ وفا کا جشن برپا جب ہوا
ناصحِ مشفق بھی میرا، اک نئے تیور میں تھا

شاعر: منیر فاروقی　پسند: محمد ایان، شاہ فیصل کالونی

وفا، خلوص، محبت، یہ باہمی رشتے
ضرر رساں ہے ہر اک، آزما کے دیکھ لیا

شاعر: فرقان ادریسی　پسند: علی احسان، لاڑکانہ

اتنی حیرت سے دیکھتے ہو مجھے
کیا کوئی آئینہ دکھا دیا ہے؟

شاعر: مظہر بخاری　پسند: عاقب خان جدون، ایبٹ آباد

شہر، ظلمت پسندوں کے نرغے میں ہے
کس سے ہم روشنی کی سفارش کریں

شاعر: محمد صدیق عالم　پسند: علی حیدر لاشاری، لاکھڑا

کون جانے کب چھٹے ماحول سے وہ تیرگی
خونِ دل سے جس کی خاطر کر رہا ہوں روشنی

شاعر: حنیف ساجد　پسند: امجد فاروق، کوئٹہ

حسنِ اخلاق کے جلوؤں سے کرو دل تسخیر
اپنے دشمن کو یہ پیغام سنا کر دیکھو

شاعرہ: رومانہ رومی　پسند: عابدہ تبسم، لاہور

مادرِ ملت

شیخ عبدالحمید عابد

جب بھی پاکستان کا نام لیا جائے گا، قائداعظم کے ساتھ محترمہ فاطمہ جناح کا نام بھی آئے گا، کیوں کہ انھوں نے تحریکِ پاکستان، تعمیرِ پاکستان اور استحکامِ پاکستان میں بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ اصول پسندی، حب الوطنی، فرض شناسی، دیانت داری، حق گوئی، بے باکی جیسی خوبیوں کی مالک تھیں۔

ان کی خدمات کی وجہ سے قوم نے انھیں خاتونِ پاکستان اور مادرِ ملت کے لقب سے نوازا۔ جو ہر دل عزیزی ان کے حصے میں آئی، کسی اور پاکستانی خاتون کے حصے میں نہیں آئی۔

فاطمہ جناح ۳۱ جولائی ۱۸۹۳ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ ان دنوں قائداعظم اعلا تعلیم کے لیے انگلستان گئے ہوئے تھے۔ فاطمہ کی عمر صرف دو برس تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ فاطمہ کی عمر ساڑھے تین سال ہوئی تو قائداعظم اپنی تعلیم مکمل کر کے وطن واپس آ گئے۔ فاطمہ نے گھر میں سب سے زیادہ قائداعظم کا تذکرہ سنا۔

فاطمہ نے پہلی بار بھائی کو سامنے پایا تو وہ ایک لمحے کے لیے حیران ہو گئیں۔ بھائی نے محبت سے بہن کو گود میں اُٹھا لیا اور اس کی میٹھی میٹھی باتیں سننے لگے۔ بھائی کے آنے سے وہ بے حد خوش تھیں۔

بچپن میں فاطمہ کے دو شوق تھے۔ پہلا چاکلیٹ کھانا اور دوسرا شوق سائیکل چلانا۔ وہ سائیکل چلا کر بے حد خوش ہوتی تھیں۔ بھائی محمد علی جب بھی دفتر سے گھر آتے تو وہ ان کی پسند کے چاکلیٹ ضرور لاتے۔ چھٹی والے دن فاطمہ کو گھمانے لے جاتے اور

پھر خوب سائیکلنگ ہوتی اور فاطمہ کا شوق پورا ہو جاتا۔

بچپن میں کبھی کبھار فاطمہ اپنے بھائی احمد علی اور بہن شیریں جناح کے ساتھ پرندوں کا شکار کرنے بھی جاتیں۔ عام بچوں کی طرح فاطمہ کو کبھی بھی گڑیوں کے کھیل سے کوئی دل چسپی نہ رہی۔ ہاں وہ اپنے بھائی محمد علی کی طرح فارغ وقت میں مطالعہ کرتی اور یوں معلومات میں اضافہ کر کے خوشی محسوس کرتیں۔ لباس کے معاملے میں وہ شروع ہی سے نفاست پسند تھیں۔

قائداعظم محمد علی جناح نے جب ۱۹۰۰ء میں بمبئی میں مجسٹریٹ کا عہدہ سنبھالا تو ان کی کام یابی کا سفر آگے بڑھا۔ انھوں نے بہن بھائیوں کو بھی کراچی سے بمبئی بلا لیا۔ اس طرح فاطمہ بھی تمام گھر والوں کے ساتھ بمبئی آ گئیں۔ اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔

بچپن میں ایک بار محمد علی نے فاطمہ سے کہا تھا کہ جو بھی فیصلہ کر لیا جائے، اس پر سختی سے قائم رہنا چاہیے۔ یہ عملی زندگی کا پہلا سبق تھا، جو انھوں نے اپنے بھائی سے سیکھا تھا۔

جب تعلیم حاصل کرنے کا وقت آیا تو بھائی محمد علی نے پہلے بہن کو تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کیا اور پھر ایک روز اسے اپنے ساتھ بگھی پر سیر کراتے ہوئے بمبئی کے مشہور باندرہ اسکول لے آئے۔ فاطمہ نے دیکھا کہ بہت سی بچیاں خوب صورت کپڑے پہنے کلاس میں لکھنے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ بعد میں جب وقفہ ہوا تو تمام بچے باہر میدان میں کھیل کود میں مصروف ہو گئے۔ ان کے چہروں پر خوشی اور آپس کی محبت دیکھ کر فاطمہ کو بھی اسی اسکول میں پڑھنے کا شوق ہوا۔ اس طرح بھائی نے انھیں تعلیم کی طرف مائل کیا اور پھر ان کی مرضی اور شوق کے مطابق بمبئی کے باندرہ کانونٹ اسکول میں داخلہ کرا دیا۔ بھائی نے اس اسکول کے بورڈنگ میں ان کی رہائش کا بھی انتظام کیا۔

محمد علی جناح چھٹی والے دن اپنی بہن سے ملنے اسکول آ جاتے۔ اسکول میں فاطمہ نے پڑھائی پر بھرپور توجہ دی۔ سچ بولنے، خوش رہنے اور ہر ایک کے کام آنے کی وجہ سے ان کے ساتھی انھیں بے حد چاہتے تھے۔ جب بھائی ملنے آتے تو اُستانیاں فاطمہ کی بہت تعریف کرتیں۔

۱۹۰۶ء میں فاطمہ سینٹ پیٹرک اسکول میں داخل ہوئیں اور ۱۹۱۰ء میں انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بھائی بہن کی محبت ہمیشہ قائم رہی۔ وہ بھی مطالعے کی شوقین تھیں اور بھائی کی طرح سیاست ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔ بعد میں محترمہ فاطمہ جناح نے دندان سازی کی تعلیم حاصل کی اور اپنا ذاتی کلینک بھی کھولا، مگر بھائی کی سیاست میں مصروفیت کی وجہ سے ان کا ساتھ دینے کے لیے کلینک بند کر دیا۔ وہ تحریکِ پاکستان کے ہر محاذ پر بھائی کے ساتھ ساتھ رہیں اور انھیں مفید مشورے بھی دیتی رہیں۔ وہ بھائی کے معمولات اور مصروفیت کا بے حد خیال رکھتی تھیں، یہاں تک کہ ایک بار بھائی کو یہ اعتراف کرنا پڑا: ''بہن ہمیشہ میرے لیے اُمید اور روشنی کی کرن رہی ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ ۷-اگست ۱۹۴۷ء کو وہ نئے پاکستان کی باگ ڈور سنبھالنے کراچی تشریف لائیں۔ جب قائداعظم بیماری کے باعث زیارت میں مقیم تھے تو ان کی تیمارداری کا فرض اس عظیم بہن نے ہی نبھایا۔ انھوں نے قیامِ پاکستان کے بعد صدارتی الیکشن میں بھی حصہ لیا تھا۔

۹ جولائی ۱۹۶۷ء کو مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کراچی میں انتقال کر گئیں۔ انھیں مزارِ قائد کے پہلو میں دفن کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

اندھیرے کے بعد

ثمینہ پروین

وہ نویں جماعت میں پہنچ گیا تھا، لیکن اس کے پاس فیس دینے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔ والد کے انتقال کو دو سال ہو چکے تھے۔ اس کی والدہ محلے والوں کے کپڑے سی کر اس کا اور اس کی چھوٹی بہن کا پیٹ پال رہی تھیں۔ اس منہگائی کے زمانے میں اگر ایک وقت کھانے کو ہوتا تو دوسرے وقت کا بھروسا نہ ہوتا۔ پیوند لگے کپڑے پہن کر جب اس کی ماں پرانی سی مشین پر سلائی کرتی تو مشین کی آواز اس کی پڑھائی میں رکاوٹ ڈالتی۔ وہ بار بار اپنی بوڑھی، کم زور ماں اور پرانی مشین کو دیکھتا اور سوچتا کہ ایک دن وہ بڑا آدمی ضرور بنے گا اور پھر ماں کو اس پرانی مشین پر کبھی کام نہیں کرنا پڑے گا۔

اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا، لیکن مفلسی پڑھائی میں بار بار رکاوٹ بن جاتی۔ اس نے کئی بار سوچا کہ پڑھائی چھوڑ کر وہ کسی کارخانے میں نوکری کر لے اور اپنی بوڑھی ماں کو اس مشین کی مشقت سے نجات دلائے، لیکن پھر اسے اپنے والد کا خیال آتا، جن کی خواہش تھی کہ وہ پڑھ لکھ کر ایک اچھا انسان بنے۔ وہ مستقبل کے اچھے دنوں کے بارے میں سوچتے ہوئے کتاب پر سر جھکا لیتا۔

ایک دن اس کی ماں کو بخار ہو گیا۔ دوا نہ ملنے کی وجہ سے بخار تیز ہوتا گیا۔ وہ سخت پریشان تھا۔ اس کے پاس دوا لانے کے لیے پیسے نہ تھے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ اپنے پڑوسی خان صاحب سے پیسے اُدھار مانگ لے۔ وہ ان کے پاس گیا تو انھوں نے پیسے دینے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنے پریشان خیالات میں اُلجھا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اسے بس اسٹاپ پر بہت بھیڑ نظر

آئی۔ اس نے سوچا کہ اگر اتنے لوگوں میں سے وہ کسی شخص کا پرس اُڑا لے تو شاید وہ اپنی بیمار ماں کا علاج کرا سکے۔ یہ سوچ کر اس نے تیزی سے بس اسٹاپ کی طرف قدم بڑھائے۔ وہاں اس کو ایک ایسا شخص نظر آیا جس کا تعلق کسی امیر گھرانے سے لگ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اس آدمی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور موقعے کا انتظار کرنے لگا، لیکن سامنے ہی ایک پولیس والے کو کھڑا دیکھ کر اسے خیال آیا کہ اگر وہ پکڑا گیا تو اسے سزا ہو جائے گی اور اس کی بیمار ماں بے سہارا رہ جائے گی۔ ماں کا خیال آتے ہی اس نے سوچا کہ وہ چوری اور بے ایمانی کے پیسے سے اپنی ماں کا علاج نہیں کروائے گا۔ وہ محنت مزدوری کر کے اپنی ماں کا علاج کروائے گا۔

وہ سبزی منڈی پہنچ گیا اور کافی دیر تک کھڑا رہا کہ شاید کوئی اسے سامان اُٹھانے کے لیے کہے، لیکن کسی نے اسے پکارا تک نہیں۔ وہ پریشان نظروں سے ہر طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چونک کر مڑا۔ اس کے سامنے ایک ٹرک ڈرائیور کھڑا تھا، جو اسے کچھ مہذب سا نظر آ رہا تھا۔ ڈرائیور نے آہستہ سے کہا: ”شاید تم اتنی دیر سے یہاں مزدوری کے لیے کھڑے ہو۔ اگر چاہو تو یہ سامان اُٹھا کر میرے ٹرک میں رکھ دو۔“

اس نے فوراً پھلوں کی بھاری بھاری پیٹیاں اپنے سر پر رکھ کر یوں اُٹھا لیں جیسے وہ برسوں سے اسی محنت کا عادی ہو۔ اس آدمی کے ٹرک میں سامان رکھنے کے بعد جب اس کو پہلی اُجرت ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے سوچا کہ شام تک وہ کچھ اور پیسے کما لے گا اور پھر اپنی ماں کو اسپتال لے جائے گا۔

وہ ابھی ہاتھ سے پسینا پونچھتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اسے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اس نے تیزی سے مڑ کر دیکھا۔ چند دہشت گرد کار میں سوار کسی بڑے آدمی

کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنا چکے تھے۔ تمام لوگ اسی طرف دوڑے۔ وہ بھی بھاگ کر حادثے کی جگہ پر پہنچا۔ ایسا دل خراش حادثہ اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ تمام لوگ زخمی کے گرد جمع تھے کہ اچانک ایک بوڑھی عورت کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ اپنی کار میں بیٹھی دہشت گردوں کی ایک گولی کا نشانہ بن کر زخمی ہو چکی تھی اور مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ اس نے کار کے قریب جا کر دیکھا تو اسے ڈرائیور بھی زخمی نظر آیا۔ کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔

اس نے لوگوں سے کہا کہ ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے، لیکن کوئی تیار نہ ہوا اور مختلف بہانے کرنے لگے۔ کوئی کہتا، یہ پولیس کا کام ہے اور کوئی کچھ کہتا۔ غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ کسی میں بھی اتنی انسانیت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر بوڑھی خاتون کو طبی امداد پہنچانے کے لیے اسپتال پہنچاتا۔ اسے اپنی بوڑھی ماں کا خیال آیا، جسے وہ گھر پر صرف اللہ کے سہارے پر چھوڑ آیا تھا۔ اس کا دل ہمدردی اور رحم کے جذبے سے لبریز ہو گیا۔ وہ فوراً دوڑتا ہوا دونوں زخمیوں کے پاس پہنچا۔ اس نے دل میں طے کر لیا کہ کچھ بھی ہو، وہ ان دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کرے گا۔ اس نے ایک ٹیکسی والے کو روکا اور اس سے اسپتال چلنے کو کہا۔ ٹیکسی والے نے انکار کر دیا اور کہا کہ بھائی کیوں مصیبت اپنے گلے ڈال رہے ہو، بعد میں پولیس تنگ کرے گی اور یہ جا وہ جا۔ پھر اس نے ایک دوسری ٹیکسی روک کر صورت حال بتائی اور درخواست کی کہ دو زندگیوں کا معاملہ ہے، میری مدد کرو۔ ٹیکسی والے نے حالات کا جائزہ لیا اور پھر کچھ سوچ کر تیار ہو گیا۔ اس نے دونوں کو اُٹھا کر بڑی مشکل سے ٹیکسی میں ڈالا۔ کسی نے اس کی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسپتال پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی۔ زخمی ڈرائیور نے راستے ہی میں دم توڑ دیا۔ بوڑھی عورت میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔ اسے فوراً انتہائی نگہداشت کے شعبے میں لے جایا گیا۔

اس نے بوڑھی عورت کے پرس میں سے پتا تلاش کر کے اس کے گھر والوں کو فون پر اطلاع دی۔ اس کے ہاتھ میں بوڑھی عورت کا پرس تھا۔ جس میں ہزار ہزار کے کئی نوٹ موجود تھے۔ اتنی رقم دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اتنے روپے پہلے کبھی اس کے ہاتھ میں نہیں آئے تھے۔ اس کے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے کہ اگر وہ عورت کے کسی وارث کے آنے سے پہلے یہ رقم لے کر چلا جائے تو وہ اس رقم سے نہ صرف اپنی ماں کا علاج کرا سکے گا، بلکہ کئی اور دوسری ضروریات بھی پوری کر سکے گا، لیکن اس کے ضمیر نے کہا کہ تمھاری ماں نے ہمیشہ تمھیں محنت کر کے حلال کی روزی کھلا کر پالا ہے اور آج تم اس کا علاج اس طرح چوری کے پیسوں سے کرواؤ گے۔ یہ روپے تو حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ محنت کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور مصیبت میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔ اس نے جلدی سے اللہ تعالیٰ سے اپنے دل میں آئی ہوئی بے ایمانی کی معافی مانگی اور بوڑھی عورت کے رشتے داروں کا انتظار کرنے لگا۔

بیس منٹ بعد ایک بڑی سی چمک دار کار اسپتال میں آ کر رکی اور اس میں سے ایک پُروقار جوان آدمی باہر نکلا۔ وہ شخص کافی پریشان نظر آ رہا تھا اور اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی اندازہ لگا لیا کہ یہ بوڑھی عورت کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ وہ جلدی سے اس کے پاس گیا اور اسے ایمرجنسی وارڈ کی طرف لے گیا، جہاں بوڑھی عورت زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا تھی۔ وہ آدمی واقعی اس کا بیٹا تھا۔ ڈاکٹر اس کو بچانے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹروں نے خوش خبری سنائی کہ بوڑھی عورت کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔

بوڑھی عورت کے بیٹے نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ اس کا نام راحیل

ہے اوراس کا بہت بڑا کاروبار ہے۔ اس نے راحیل سے یہ کہتے ہوئے اجازت مانگی کہ میری ماں بہت بیمار ہے اس لیے اب وہ گھر جانا چاہتا ہے۔ راحیل نے اسے ایک ہزار روپے شکریے کے طور پر دینا چاہے۔ پہلے تو اس نے انکار کر دیا، لیکن راحیل کے بہت زیادہ اصرار پر اس نے رکھ لیے۔ راحیل نے اس کے گھر کا پتا بھی لے لیا کہ وہ کل صبح اس کی ماں سے ملنے آئے گا۔

وہ فوراً گھر پہنچا اور اپنی ماں کو ایک اچھے ڈاکٹر کے پاس لے گیا، کیوں کہ اب اس کے پاس اپنی ماں کا علاج کروانے کے لیے پیسوں کی کمی نہیں تھی۔ اس کی ماں کا بخار صبح تک کافی ہلکا ہو چکا تھا۔ صبح راحیل اپنی کار میں اس کے چھوٹے سے گھر میں اس کی ماں کی عیادت کے لیے آیا۔ راحیل نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بہت غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

کچھ روز کے بعد بوڑھی عورت کی حالت کافی سنبھل گئی اور انھیں اسپتال سے چھٹی مل گئی۔ راحیل کی امی کو جب پتا چلا کہ ان کی زندگی بچانے والا ایک غریب لڑکا ہے تو انھوں نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور کہا کہ اس کی تعلیم کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گی۔

دن گزرتے رہے دونوں گھرانوں میں تعلقات بڑھتے گئے۔ وہ اعلا تعلیم حاصل کرتا رہا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد راحیل نے اسے اپنی فیکٹری میں منیجر رکھ لیا۔ رہنے کے لیے ایک بنگلہ اور کار کی سہولت بھی دی۔ بہن کی تعلیم مکمل ہوگئی تو اس کی شادی ایک اچھے خاندان میں ہوگئی اور اب وہ ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھی۔ اس نے راحیل کی فیکٹری میں پوری ایمان داری سے کام کیا۔ اس کی محنت کی وجہ سے فیکٹری نے بہت ترقی کی۔

آج جب وہ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں سوچتا ہے تو اسے اس بات پر یقین ہو جاتا ہے کہ تاریک اندھیرے کے بعد روشن اُجالا بھی ضرور آتا ہے۔ ☆

موسمیاتی تغیرات اور درختوں کی اہمیت

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... **رپورٹ : حیات محمد بھٹی**

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی پاکستان گرین ٹاسک فورس کے چیئرمین جناب ڈاکٹر جمال ناصر تھے۔ اس بار اجلاس کا موضوع تھا:

''موسمیاتی تغیرات اور درختوں کی اہمیت''

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں محترم ڈاکٹر جمال ناصر اور دیگر مہمانانِ گرامی انعام یافتہ نونہالوں کے ساتھ

اسپیکر اسمبلی نونہال عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمہ ذنین یونس اور نبیل احمد نے، حمدِ باری تعالیٰ سیف اللہ نے اور نعتِ رسولِ مقبولؐ سلیمان جہانگیر نے پیش کی۔ نونہال مقررین میں زنیرہ شریف، جویریہ عباس، زینب شکیل، عامر علی اور ہادیہ ناصر شامل تھیں۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ پوری دنیا ان دنوں ایک ایسے اندیشے سے دوچار ہے، جس کے بارے میں ماہرین کی رائے ہے کہ اگر لاپروائی برتی گئی تو آنے والے وقت میں کرۂ زمین پر زندگی کو شدید خطرات کا سامنا ہوگا۔ انسان نے اپنے وقتی فائدے کے لیے جنگلات اور درختوں کی کٹائی پر اپنا پورا زور لگایا، لیکن بڑے پیمانے پر شجرکاری کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ اس کے نتیجے میں شدید گرمی، بے موسم برف بری، غیر متوقع سیلاب اور زلزلوں کی وجہ سے سال بہ سال املاک کی تباہی اور انسانی و حیوانی ہلاکتوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ حکومت اور عوام مل کر تسلسل سے شجرکاری کریں۔ درخت کاٹنے پر قانونی پابندی عائد کردی جائے۔ شجرکاری کو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بے حد پسند فرمایا ہے۔

ڈاکٹر جمال ناصر نے کہا کہ ہمیں اپنی نئی نسل میں درختوں کے بارے میں شعور بیدار کرنے کی سخت ضرورت ہے، تاکہ وہ درخت اُگانے کے ساتھ ساتھ ان کی حفاظت کریں اور ماحول کو بہتر بنائیں۔ پودوں کو بھی انسانوں کی طرح مکمل نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پودوں کو ہماری طرح خوراک، پانی اور ہوا درکار ہوتی ہے، ان میں بھی ہمارے جسم کی طرح مختلف نظام پائے جاتے ہیں۔

اس موقعے پر نونہال سارہ شریف، انوشے اور ساتھی نونہالوں نے ایک دل چسپ خاکہ اور ایک رنگا رنگ ٹیبلو بھی پیش کیا۔ انعامات تقسیم کرنے کے بعد آخر میں دعائے سعید پیش کی گئی۔ ☆

نونہال خبر نامہ

س ف

عجیب و غریب مچھلی

سمندر کی گہرائیوں میں اللہ کی عجیب و غریب مخلوقات موجود ہیں۔ ان ہی میں ایک ''سوفا شارک'' بھی ہے۔ شارک کی یہ قسم گزشتہ دس برس کے دوران دریافت ہوئی ہے۔ سمندری ماہر حیاتیات ''فرانس نیٹ'' کا کہنا ہے کہ جب یہ ہماری کشتی پر آئی تو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ہم نے اسے دوبارہ سمندر میں بھیجنے سے پہلے اس کا وزن کیا جو ساٹھ کلوگرام تھا۔ انھوں نے بتایا کہ اس قسم کی مچھلیوں کی لمبائی تین میٹر تک اور ان کا وزن ۱۲۵ کلوگرام تک ہوسکتا ہے۔

ہیروں کی بارش

ہیرا کرۂ ارض کی انتہائی قیمتی چیز ہے۔ اسے خریدنا یا اس کا مالک بننا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، لیکن قدرت کا کرشمہ ہے کہ دو سیاروں ''مشتری'' اور ''زحل'' پر ہیروں کی بارش ہوتی ہے۔ امریکی سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ان سیاروں پر بجلی کڑکنے سے میتھین گیس، کاربن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جب کاربن کے یہ سخت کنکر ان سیاروں کی سطح پر موجود گریفائٹ میں گرتے ہیں تو وہ ہیروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ''یونی ورسٹی آف وسکانسن میڈیسن'' کے ڈاکٹر ''کیوین بینز'' کا کہنا ہے کہ ان ہیروں کا قطر ایک سینٹی میٹر کے لگ بھگ ہوتا ہے، جو ایک انگوٹھی میں جڑے نگینے کے برابر ہوتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ان دونوں سیاروں پر سالانہ ایک ہزار ٹن ہیرے اسی طرح وجود میں آتے ہیں۔ ☆

بلاعنوان انعامی کہانی

خلیل جبار

دیکھنے میں تو وہ ایک خوب صورت چڑیا نظر آ رہی تھی، مگر اپنی جسامت اور مختلف رنگ برنگے پَروں سے وہ چڑیا سے الگ ہی پرندہ تھا۔ اسے دیکھ کر میں بے چین ہو گیا تھا اور دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ اسے پکڑ لوں اور اسکول کی چھٹیاں ختم ہونے کے بعد اپنے دوستوں کو دکھاؤں۔ میرے دوست اس پرندے کو دیکھ کر ضرور حیرت میں پڑ جائیں گے۔ دل میں یہ خواہش پیدا ہوتے ہی میں اسے پکڑنے کو لپکا۔ وہ پرندہ شاید زخمی تھا، اسی لیے اُڑ نہیں پا رہا تھا۔ تھوڑا سا پُھدکتا اور پھر زمین پر بیٹھ جاتا۔ میں اسے

پکڑنے کے لیے آگے بڑھتا رہا۔ یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ گھر سے دور ہوتا جا رہا ہوں۔ پرندہ جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا، اسے پکڑنے کی خواہش شدید ہوتی جا رہی تھی۔ آخر میں اسے پکڑنے میں کام یاب ہو ہی گیا۔ ایک ہاتھ میں پرندہ پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کے سر اور پَروں پر ہاتھ پھیرتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک راستے میں پڑے ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور میں گر پڑا۔ پرندہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میرے پاؤں کی چوٹ زیادہ گہری نہیں تھی۔ میں چوٹ کی تکلیف کی پروا کیے بغیر دوبارہ پرندے کو پکڑنے کے لیے دوڑا۔ تکلیف کے باعث میں تیز نہیں دوڑ سکتا تھا، اس لیے وہ خوب صورت پرندہ مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ میں ہر حالت میں اسے پکڑنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں جنگل میں دور تک

نکل گیا اور مجھے ہوش اس وقت آیا جب جھاڑیاں آ جانے پر وہ پرندہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس وقت مجھے ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آواز سنائی دی۔

''اوہ! میں تو گھنے جنگل میں نکل آیا ہوں۔ مجھے فوراً واپس گھر لوٹ جانا چاہیے۔'' میں نے اپنے آپ سے کہا۔

میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی واپسی کا راستہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گھر کس سمت میں ہے۔ میں پرندے کو پکڑنے میں اتنا محو ہو گیا تھا کہ ذہن میں خیال ہی نہیں رہا کہ مجھے واپس بھی جانا ہے۔ میں اندازے سے آگے بڑھنے لگا۔ میں جتنا آگے بڑھ رہا تھا، خود کو اتنا ہی گھنے جنگل میں گم ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

ایک دوڑتے بھالو کو دیکھ کر میں اتنا بدحواس ہوا کہ میں بھی بھاگ کھڑا ہوا، حالانکہ بھالو نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دوڑتے ہوئے کسی اور طرف نکل گیا۔ میرا دل بُری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ گھبراہٹ میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور راستے میں پڑے درخت سے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ جہاں میں گرا تھا، وہیں کھائی تھی۔ میں لُوھکتے ہوئے کھائی میں گرتا چلا گیا۔ کھائی زیادہ گہری نہیں تھی، پھر بھی میں بُری طرح سے زخمی ہو گیا تھا۔ میرے گھٹنے اور ٹخنے بُری طرح چھل گئے تھے، جن میں سے خون رِس رہا تھا۔ میں نے اُٹھنا چاہا، مگر شدید تکلیف کے باعث اُٹھ نہیں سکا۔ جسم میں تکلیف اتنی ہو رہی تھی کہ میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور مجھے اپنی حماقت پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ میں نے خواہ مخواہ ایک پرندے کو پکڑنے کی خاطر خود کو اس مصیبت میں ڈال لیا ہے۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ اپنی جگہ سے اُٹھ سکوں۔ اچانک مجھے شیر کی دہاڑ سنائی دی۔ اس کا مطلب تھا کہ شیر

کچھ فاصلے پر موجود ہے اور کسی بھی لمحے انسانی بُو پا کر اِدھر آ سکتا تھا۔ میں اس حالت میں نہیں تھا کہ اُٹھ کر کھڑا ہو سکوں، پھر بھلا اپنا بچاؤ کیسے کر سکتا تھا۔

اچانک شیر میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں میری طرف ہی تھیں۔ میں زندگی میں پہلی بار ایک آزاد شیر کو اس طرح اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔ شیر اس وقت مجھے بہت ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میری روح فنا ہو گئی تھا۔ شیر کی صورت میں مجھے اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ شیر کے لیے میں اس وقت بہت ہی آسان شکار تھا۔ میں اس کا بھاری پنجہ بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ شیر آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے نزدیک آیا۔ وہ شیر نہیں، بلکہ شیرنی تھی۔ موت کا تصور آتے ہی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

میرے ابو محکمۂ جنگلات میں بڑے افسر تھے۔ وہ بہت ہی فرض شناس انسان تھے۔ اپنی حدود میں آنے والے جنگلات کی دیکھ بھال کرنا، جانوروں کے شکار اور درختوں کی چوری پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ ان کی حد سے زیادہ فرض شناسی کے سبب اکثر جگہ جگہ تبادلے ہوتے رہتے تھے۔ ہمیں ابو نے اپنے پرانے شہر میں ہی رکھا تھا۔ گھر آنے پر وہ جنگل میں رونما ہونے والے بڑے دل چسپ واقعات ہمیں سنایا کرتے تھے۔ میں ان سے اکثر ضد کرتا تھا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر چلیں، میں بھی جانوروں کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر ابو نے مسکراتے ہوئے کہا: ''ظہران! میں تمھاری بے چین طبیعت سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ ایسا ممکن ہی نہیں کہ تم وہاں چین سے رہ سکو۔ مجھے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ میں جیسے ہی کسی کام سے باہر نکلوں گا، میرے پیچھے تم بھی باہر نکل کر خود کو کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار کر لو گے۔ سب سے زیادہ خطرہ مجھے جنگلی درندوں سے ہے۔''

اس بار میری اسکول کی چھٹیاں تھیں۔ اسکول کا ہوم ورک بھی میں نے مکمل کر لیا تھا، اس لیے گھر پر میں سخت بیزار ہو رہا تھا۔ میری ضد پر ابو اس شرط پر مجھے اپنے ساتھ لے آئے تھے کہ میں ان کی غیر موجودگی میں گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔

آج ابو کو کسی کام سے کسی دوسرے علاقے میں جانا پڑا۔ میں گھر میں اکیلا بور ہو رہا تھا، اس لیے گھر سے باہر نکل آیا۔ امی جان بھی ہمارے ساتھ آئی تھیں۔ میں انھیں بتا کر آیا تھا کہ بس اس علاقے میں ذرا سا گھوم پھر کر جلدی لوٹ آؤں گا۔ جنگل کی طرف جانے کا میرا بالکل بھی ارادہ نہیں تھا۔ بس اس پرندے کو پکڑنے کی خواہش جنگل میں لے آئی تھی۔

جب خاصی دیر گزر جانے پر بھی شیرنی نے مجھ پر حملہ نہیں کیا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ شیرنی بڑے غور سے میرے ٹخنوں اور گھٹنوں کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی زبان میرے گھٹنے پر پھیرنے لگی۔ زخم پر زبان پھیرنے سے مجھے سکون سا محسوس ہوا۔ تکلیف ختم ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ شیرنی کی زبان نے ایک طرح سے مرہم کا کام کیا تھا۔ وہ چوکنا انداز میں میرے نزدیک بیٹھ گئی تھی۔ بظاہر جنگل میں خاموشی تھی، مگر اس کے بیٹھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ شیرنی مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ اچانک ایک بھیڑیا کہیں سے نمودار ہوا اور مجھ پر حملہ کرنے کی نیت سے میرے نزدیک آیا۔ شیرنی کے غرّانے پر وہ دُم دبا کر ایسے بھاگا جیسے ابھی چند منٹ اور یہاں رکا تو وہ اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے گی۔ بھیڑیے کے جانے پر مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں خطرے سے باہر ہوں۔

دن رات میں اور رات دن میں تبدیل ہوگئی۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ زمین پر اُٹھ کر بیٹھ جاؤں۔ پیاس اور بھوک نے جسم میں اور کمزوری پیدا کر دی تھی۔ مجھ پر غنودگی طاری تھی۔ نقاہت سے خود بخود میری آنکھ بند ہو جاتی اور خود ہی کھل جاتی تھی۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ صرف اتنا پتا تھا کہ شیرنی اب میرے بالکل نزدیک ہی بیٹھی تھی اور وقفے وقفے سے اپنی زبان سے میرے زخموں کو صاف کر رہی تھی۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے شیرنی مجھے اپنا بچہ سمجھ کر مجھ سے پیار کر رہی ہے۔ وہ مجھے تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہوگئی ہے۔ میں شیرنی کے اس جذبے سے خوش بھی تھا اور دل ہی دل میں ڈر بھی رہا تھا کہ خدا جانے کب اس کا ممتا بھرا جذبہ ختم ہو جائے اور وہ درندہ بن کر مجھ پر حملہ کر بیٹھے۔ ابو نے مجھے کل ہی بتایا تھا کہ کسی درندے نے شیرنی کے تین بچوں کو بے دردی سے مار کر کھا لیا تھا۔ ہوسکتا ہے یہی وہ شیرنی ہو اور مجھے دیکھ کر اس کی ممتا جاگ اُٹھی ہو اور اسی لیے وہ میری تیمارداری میں لگ گئی ہے۔

صبح ہو چکی تھی میں بیدار ہو کر پھر سے نیند کی وادیوں میں چلا گیا تھا۔ اچانک ایک فائر کی آواز پر میری آنکھ کھل گئی۔ شیرنی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر خون میں لت پت دکھائی دی۔ گولی اس کے سر میں لگی تھی، اسی لیے وہ اپنا دفاع نہ کر سکی اور موقع پر ہی ہلاک ہوگئی۔

ابو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے میرے نزدیک آئے۔

''ابو! یہ آپ نے کیا کر دیا؟'' میں نے کہا۔

''ظہران بیٹے! ہم نے تمھاری جان بچانے کے لیے شیرنی کو گولی ماری ہے، ورنہ وہ تم پر حملہ کر دیتی۔ ہم بالکل ٹھیک وقت پر یہاں تمھیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے ہیں۔'' ابو نے بتایا۔

''ابو! شیرنی مجھ پر حملہ کرنا چاہتی تو کل ہی کر دیتی۔ وہ کل سے ایک ماں کی طرح میری حفاظت کر رہی تھی۔ کبھی میرے زخموں کو زبان سے چاٹ رہی تھی تو کبھی جنگلی درندوں کو میرے نزدیک آنے سے روک رہی تھی۔'' یہ کہتے ہوئے میں تقریباً رو دیا تھا۔

حقیقت بھی یہی تھی جس طرح شیرنی نے ممتا بھرے جذبے کا اظہار کیا تھا، مجھے بھی اس سے اتنی ہی محبت ہوگئی تھی جیسے ایک بیٹے کو ماں سے ہو جاتی ہے۔

ابو کو اب اپنی جلد بازی پر افسوس ہو رہا تھا کہ شیرنی نے تو ان کے بیٹے کی حفاظت کی، غلط فہمی کی بنا پر اسے ہلاک کر دیا تھا، مگر ان کا افسوس اب شیرنی کو واپس نہیں لا سکتا تھا۔

ابو نے شیرنی کا سر اور کھال محفوظ کر لی تھی۔ آج بھی ہمارے ڈرائنگ روم میں اس شیرنی کی یہ دونوں یادگاریں موجود ہیں۔ میں لڑکپن کے دور سے نکل کر جوان ہو چکا ہوں۔ جب بھی شیرنی کے سر اور کھال پر میری نظر پڑتی ہے، اس بھیانک واقعے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے

☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۷۹ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- جولائی ۲۰۱۶ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جولائی ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ مسلمان پہلے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ۱۵ شعبان سنہ .... کو قبلہ بدلنے کا حکم ہوا۔
(۲ ہجری - ۳ ہجری - ۴ ہجری)

۲۔ صحابیِ رسول حضرت .... پہلے مسلمان شاعر تھے، جنھوں نے نعتِ رسول مقبولؐ کہی تھی۔
(زید بن ثابتؓ - حسان بن ثابتؓ - عامر بن ثابتؓ)

۳۔ دنیا کا پہلا توحید پرست فرعون اخناتون ۱۳۵۳ سے ۱۳۳۵ قبل مسیح تک .... کا حکمراں تھا۔ (مصر - یونان - روم)

۴۔ پاکستان کے مشہور سیاسی رہنما جی ایم سید کا تعلق صوبہ .... سے تھا۔ (پنجاب - بلوچستان - سندھ)

۵۔ پاکستان کا پہلا ایٹمی ری ایکٹر .... میں تعمیر کیا گیا۔ (خوشاب - کہوٹہ - چاغی)

۶۔ خیر پور .... ڈویژن کا ایک ضلع ہے۔ (سرگودھا - سکھر - لاڑکانہ)

۷۔ ایران کے حکمراں نادر شاہ درانی نے .... میں ہندستان پر حملہ کیا تھا۔ (۱۷۳۹ء - ۱۷۴۸ء - ۱۷۵۷ء)

۸۔ "PARTRIDGE" انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (تیتر - بٹیر - چکور)

۹۔ پھولوں میں سب سے زیادہ .... کی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ (گل لالہ - گل داؤدی - گلاب)

۱۰۔ مشہور ادیب شاہد احمد دہلوی، اردو کے پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد کے .... تھے۔ (بھائی - بیٹے - پوتے)

۱۱۔ ماہر تعلیم پروفیسر آرنلڈ .... کے استاد تھے۔ (علامہ مشرقی - علامہ اقبال - علامہ شبلی نعمانی)

۱۲۔ جمہوریہ یمن کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (ریا - ریال - منات)

۱۳۔ جمہوریہ آئیوری کوسٹ کے دارالحکومت کا نام .... ہے۔ (مانا گوا - کوناکری - یاموسوکرو)

۱۴۔ پیسفک اوشین (PACIFIC OCEAN) کو .... بھی کہا جاتا ہے۔ (بحرالکاہل - بحراوقیانوس - بحرمنجمد شمالی)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ: "شیر، بکری ایک .... پانی پیتے ہیں۔" (جگہ - گھاٹ - ساتھ)

۱۶۔ خواجہ میر درد کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس .... کے ہاتھوں مر چلے
(دنیا - زیست - جینے)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۴۷ (جولائی ۲۰۱۶ء)

نام : ....

پتا : ....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جولائی ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جولائی ۲۰۱۶ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ - جولائی ۲۰۱۶ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

پہلے ایمان لانے والے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی پہلی شخصیت اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسی طرح آزاد مَردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ بن حارثہ ایمان لائے۔ وہ نبی کریم صلی علیہ وسلم کے منھ بولے بیٹے تھے۔

دو تخلیقی کردار

''چچا چھکن'' ایک مشہور تحریری کردار ہے۔ جسے امتیاز علی تاج نے پیش کیا۔ امتیاز علی تاج ڈراما نگار اور کئی رسالوں کے مدیر تھے۔ ''انارکلی'' ان کا مشہور ڈراما ہے۔ وہ ۱۹۰۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کی اہلیہ حجاب امتیاز تاج بھی ادیبہ تھیں۔ امتیاز علی تاج ۱۹۷۰ء میں قتل کر دیے گئے۔

اردو کا ایک اور مشہور کردار ''قاضی جی'' ہے، جسے شوکت تھانوی نے پیش کیا۔ وہ اس ریڈیائی ڈرامے میں قاضی جی کا کردار خود ہی ادا کیا کرتے تھے۔ شوکت تھانوی کا اصل نام محمد عمر تھا۔ وہ ۱۹۰۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ریڈیو پاکستان لاہور میں طویل عرصے کام کیا۔ ان کا انتقال ۱۹۶۳ء میں لاہور ہی میں ہوا۔

دو بڑے شاعر

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درس گاہ میں انھیں مولوی میر حسن سے پڑھنے کا موقع ملا۔ جب حکومتِ ہند نے علامہ اقبال کو سر کا خطاب دینا چاہا تو انھوں نے سب سے پہلے اپنے استاد کو ''شمس العلماء'' کا خطاب دلوایا، پھر خود ''سر'' کا اعزاز قبول کیا۔ علامہ اقبال کا انتقال ۲۱ - اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں ہوا۔ علامہ اقبال کے شعری مجموعوں میں ''بانگِ درا'' بے حد مقبول ہوا۔

اردو کے ایک اور بڑے شاعر فیض احمد فیض بھی سیالکوٹ ہی میں ۱۳ - فروری ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے اور انھیں بھی مولوی میر حسن سے درس لینے کا موقع ملا۔ فیض احمد فیض کا انتقال ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء کو لاہور میں ہوا۔ فیض صاحب کے کلیات کا مجموعہ ''نسخہ ہائے وفا'' بہت مشہور ہے۔

قدیم ترین شہر

شام کے دارالحکومت دمشق کو دنیا کا قدیم ترین شہر کہا جاتا ہے، جو مسلسل آباد چلا آرہا ہے۔ اس شہر کے چاروں طرف باغات اور پہاڑیاں ہیں۔ ۳۳۳ قبلِ مسیح میں اسے سکندرِ اعظم (یونان کا ایک فاتح) نے فتح کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہاں اسلامی پرچم لہرایا۔ بعد میں ہلاکو خاں اور امیر تیمور (تیمور لنگ) نے بھی اسے فتح کیا۔

پاکستان کا قدیم ترین شہر ملتان ہے۔ صوبۂ پنجاب کا ایک ضلع اور ضلعی صدر مقام ہے۔ کپاس، کھاد، گندم اور مکئی یہاں کی اہم فصلیں ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نہ صرف پاکستان، بلکہ جنوبی ایشیا کا قدیم ترین شہر ہے۔ ماضی میں اسے

سنبھاپورہ، باغاپورہ، لنبھاپورہ اور مولاس کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کا ذکر مشہور ایرانی شاعر فردوسی نے اپنے ''شاہنامہ'' میں کیا ہے۔ اسے اولیاؤں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔

شیخ

''شیخ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی مرشد، بزرگ، عالم، فاضل، قاضی، مفتی یا سجادہ نشین کے ہیں۔

''شیخ الاسلام'' مسلمانوں کے سب سے بڑے دینی رہنما یا امامِ وقت کو کہتے ہیں۔

''شیخ الجامعہ'' یونی ورسٹی یا دانش گاہ کے سربراہ کو کہا جاتا ہے۔ اسے انگریزی میں وائس چانسلر (VICE CHANCELLOR) کہتے ہیں۔

''شیخ الرئیس'' مشہور سائنس دان بوعلی سینا (ابنِ سینا) کا لقب ہے۔ وہ نامور طبیب اور مفکر بھی تھے۔ ابنِ سینا ۹۸۰ء میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ۹۹ کتابیں لکھیں۔ ان میں طب کے موضوع پر ''القانون'' اور فلسفے پر ''الشفاء'' بے حد مشہور ہوئیں۔ ان کی کتابوں کا یورپ کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ۱۰۳۷ء میں اس عظیم مسلمان مفکر، طبیب اور سائنس داں نے ہمدان (ایران) میں وفات پائی۔ ☆

ہنسی گھر

کسی شخص نے اپنے دوست کو موبائل فون سے پیغام لکھا: ''اگر تم ذہین ہو تو مجھے دو سو روپے کا بیلنس بھیج دو اور اگر ہوشیار ہو تو تین سو کا بیلنس بھیج دو۔''

دوست نے پانچ سو کا بیلنس بھیج دیا اور پیغام کا جواب لکھا: ''ہم ہوشیار بھی ہیں اور ذہین بھی۔''

مرسلہ : ملک صاحب نورزئی، لائٹ ہاؤس

ایک شاعر نے اپنے دوست سے کہا: ''کل رات میرے گھر چور گھس آئے تھے۔ آدھی رات تک وہ گھر کھنگالتے رہے اور جاتے وقت میرے سرہانے سو روپے کا نوٹ رکھ گئے۔''

مرسلہ : لبابہ عمران خان، لیاقت آباد، کراچی

چار بے وقوف ایک گائے کو دھکیلتے ہوئے اوپری منزل پر لے جا رہے تھے۔ ایک راہ گیر نے پوچھا: ''گائے کو اوپر کیوں لے جا رہے ہو؟''

ایک بے وقوف: ''اس کو اوپر لے جا کر ذبح کریں گے۔''

راہ گیر نے کہا: ''نیچے ذبح کیوں نہیں کر لیتے؟''

دوسرا بے وقوف: ''چھری اوپر رکھی ہوئی ہے۔''

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

ارحم! یہ ننھے کے منھ میں کپڑا تم نے ٹھونسا ہے؟''

ارحم: ''ہاں، ابا جان! آپ ہی نے تو فرمایا تھا کہ جا کر ننھے کو چپ کرا دو۔''

مرسلہ : ارحم اللہ خان، حیدر آباد

استاد: ''ململ کو جملے میں استعمال کرو۔''

شاگرد: ''ہمیں خوب مَل مَل کر نہانا چاہیے۔''

مرسلہ : حرا سعید شاہ، جوہر آباد

ایک باپ نے اپنے بیٹے سے کہا: ''تمھیں اپنے اسکول کے پرنسپل کی طرح

دیکھنا چاہتا ہوں، جو بہت اچھے انسان ہیں۔''

یہ سن کر بیٹا چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد آیا تو اس نے کرتا پاجامہ پہن رکھا تھا، سر پر جناح کیپ اور آنکھوں پر چشمہ لگا رکھا تھا اور ہاتھ میں چھڑی تھی۔ بیٹے کو دیکھ کر باپ نے پوچھا: ''یہ سب کیا ہے؟''

بیٹا بولا: ''آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تمھیں اپنے اسکول کے پرنسپل کی طرح دیکھنا چاہتا ہوں۔''

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

ایک صاحب نے دوسرے سے پوچھا: ''یہ بچہ تمھارا کیا لگتا ہے؟''

دوسرے نے جواب دیا: ''یہ میرا دور کا سگا بھائی ہے۔''

پہلے نے پوچھا: ''کیا مطلب؟''

دوسرے نے کہا: ''اس کے اور میرے درمیان آٹھ بہن بھائیوں کا فاصلہ ہے۔''

مرسلہ : کلثوم عدنان، کراچی

مزدور کیشئر کو تنخواہ کا لفافہ واپس کرتے ہوئے بولا: ''جناب! اس میں پانچ روپے کم ہیں۔''

کیشئر: ''پچھلی بار جب اس میں پانچ روپے زیادہ چلے گئے تھے، تب تم میرے پاس کیوں نہیں آئے تھے؟''

مزدور: ''جناب! وہ آپ کی پہلی غلطی تھی اور میں بار بار ایک طرح کی غلطی برداشت نہیں کر سکتا۔''

مرسلہ : زینب عدنان، کراچی

اسکول میں داخلے کے وقت بچہ انٹرویو دے رہا تھا۔ استاد نے پوچھا: ''بیٹا! آپ کے ابو کا کیا نام ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''ابھی نام نہیں رکھا، پیار سے ڈیڈی کہتے ہیں۔''

مرسلہ : فاروق، کراچی

پہلا چوہا: ''وہ دیکھو شیر آ رہا ہے۔''

دوسرا چوہا: ''اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے، ہم دونوں گیارہ کے برابر ہیں اور وہ اکیلا۔''

پہلا چوہا: ''وہ کیسے؟ ہم تو دو ہیں۔''

دوسرا چوہا: ''تم نے سنا نہیں کہ ایک

اور ایک گیارہ ہوتے ہیں۔''

مرسلہ : اُسامہ ظفر راجا، راولپنڈی

😊 بیوی: ''تم سوتے ہوئے مجھے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔''

شوہر: ''تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔''

بیوی ''کیا غلط فہمی ہوئی ہے؟''

شوہر: ''یہی کہ میں سو رہا تھا۔''

مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

😊 ایک صحافی نے واردات کی جگہ پہنچ کر تفتیشی افسر سے پوچھا: ''آپ کو ملزمان کے سلسلے میں کوئی کامیابی حاصل ہوئی؟''

''جی ہاں، ہمیں سب معلوم ہو گیا ہے۔'' تفتیشی افسر نے جواب دیتے ہوئے کہا: ''چند نامعلوم مسلح افراد ایک نامعلوم کار میں یہاں آئے اور ڈکیتی کرنے کے بعد نامعلوم مقام کی جانب فرار ہوگئے۔''

مرسلہ : محمد عثمان عباس علی، کراچی

😊 ایک شخص نے اپنے نوکر سے کہا: ''تم نے مچھلی دھو کر کیوں نہیں پکائی؟''

نوکر (معصومیت سے): ''وہ تو پہلے ہی پانی میں ہوتی ہے، پھر اسے دھونے کا کیا فائدہ؟''

مرسلہ : فرحین، اسلام آباد

😊 ایک غائب دماغ شخص نے عبادت گاہ سے نکلتے ہوئے اپنے دوست سے کہا: ''اب بتاؤ، غائب دماغ میں ہوں کہ تم! تم نے اپنی چھتری چھوڑ دی تھی، میں نے نہ صرف اپنی چھتری یاد رکھی، بلکہ تمھاری چھتری بھی لے آیا۔''

دوست: ''لیکن آج تو ہم دونوں میں سے کوئی بھی چھتری نہیں لایا تھا۔''

مرسلہ : محمد عدنان زاہد، جگہ نامعلوم

😊 ایک دیہاتی میوزیم گیا۔ وہاں اس سے ایک پیالہ ٹوٹ گیا۔

میوزیم کا افسر: ''چودھری صاحب! آپ نے ۵۰۰۰ سال قدیم پیالہ توڑ دیا ہے۔''

''اللہ کا شکر ہے۔ اچھا ہوا نیا نہیں تھا۔''

مرسلہ : نورالہدیٰ، قصور

جواب لاجواب

انتخاب : تحریم خان

ایک سرکاری دورے پر سعودی عرب شاہ فیصل (شہید) برطانیہ تشریف لے گئے۔ کھانے کی میز پر انتہائی نفیس برتنوں کے ساتھ چمچے اور کانٹے بھی رکھے ہوئے تھے۔ دعوت شروع ہوئی۔ سب لوگوں نے چمچے اور کانٹے استعمال کیے، لیکن شاہ فیصل نے سنتِ نبوی کے مطابق ہاتھ ہی سے کھانا کھایا۔ کھانا ختم ہوا تو کچھ صحافیوں نے شاہ فیصل سے چمچہ استعمال نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔

شاہ فیصل نے کہا: ''میں اس چیز کا استعمال کیوں کروں جو آج میرے منہ میں ہے اور کل کسی اور کے منہ میں جائے گا۔ یہ ہاتھ کی اُنگلیاں تو میری اپنی ہیں۔ یہ تو ہمیشہ میرے ہی منہ میں جائیں گی، اس لیے میں اپنے ہاتھ سے کھانے کو ترجیح دیتا ہوں۔''

ایک دفعہ امریکی صحافیوں کا ایک وفد سعودی عرب دورے پر آیا۔ وہ وہاں ایک ہفتہ ٹھیرا۔ اس دوران وفد کے ارکان نے سعودی عرب میں امن وامان کی صورتِ حال کا بغور جائزہ لیا۔ انھوں نے اس چیز کو شدت سے محسوس کیا کہ سعودی عرب میں چوری کرنے والے کے ہاتھ سزا کے طور پر کاٹ دیے جاتے ہیں۔ انھیں لگا یہ سزا سراسر زیادتی اور انسانی حقوق کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ وفد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے جرائم میں مجرموں کو سرِ عام کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔ امریکا میں تو ایسی سزاؤں کا تصور بھی نہیں تھا۔

وفد کی ملاقات شاہ فیصل سے بھی طے تھی۔ ملاقات کے دوران ایک صحافی نے شاہ فیصل سے ان سزاؤں کا ذکر کیا کہ اتنی سخت سزائیں آپ نے کیوں نافذ کر رکھی ہیں۔

یہ تو سراسر انسانی حقوق کے خلاف ہے۔

صحافی کے اس چُبھتے ہوئے سوال سے شاہ فیصل کے چہرے پر کوئی شکن دیکھنے میں نہ آئی، بلکہ انھوں نے اس صحافی کی بات کو تحمل سے سنا۔ جب وہ صحافی اپنی بات مکمل کر چکا تو شاہ فیصل چند سیکنڈ خاموش رہے۔ صحافی یہ سمجھا کہ اس نے شاہ فیصل کو لاجواب کر دیا ہے۔

کچھ دیر رُک کر شاہ فیصل بولے: ''کیا آپ لوگ اپنی بیگمات کو بھی ساتھ لے کر آئے ہوئے ہیں؟'' کچھ صحافیوں نے ہاں میں سر ہلائے۔

اس کے بعد شاہ فیصل نے کہا: ''ابھی آپ کا دورہ ختم ہونے میں چند دن باقی ہیں۔ آپ اپنی بیگمات کے ساتھ شہر کی سونے کی مارکیٹ میں چلے جائیں اور اپنی خواتین سے کہیں کہ وہ اپنی پسند سے سونے کے زیورات کی خریداری کریں۔ ان سب زیورات کی قیمت میں اپنی جیب سے ادا کروں گا۔ اس کے بعد وہ زیورات پہن کر آپ سعودی عرب کے بازاروں اور گلیوں میں آزادانہ گھومیں پھریں۔ ان زیورات کی طرف کوئی میلی آنکھ سے بھی دیکھ نہیں پائے گا۔ دو دن کے بعد آپ کی امریکا واپسی ہوگی۔ کیا وہ زیورات پہنے ہوئے آپ اور آپ کی خواتین بلاخوف وخطر اپنے گھروں کو پہنچ جائیں گے؟''

جب شاہ فیصل نے صحافیوں سے یہ پوچھا تو سارے صحافی ایک دوسرے کا ہونقوں کی طرح منھ تکنے لگے۔

شاہ فیصل نے دوبارہ پوچھا تو چند صحافیوں نے کہا: ''بلاخوف وخطر ائیر پورٹ سے نکل کر گھر پہنچنا تو درکنار، ہم ائیر پورٹ سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔''

شاہ فیصل نے جواب دیا: ''سعودی عرب میں اتنی سخت سزاؤں کا نفاذ ہی آپ کی پریشانی کا جواب ہے۔ آپ نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے دیا۔ ☆

آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

مصوری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ مختلف ڈیزائن بنا کر اسے ایک بڑے CHART PAPER پر چپکا دیں۔ یہ اپنی جگہ خود ایک نیا ڈیزائن بن جائے گا۔ اوپر تصویر میں ۱۶ مختلف ڈیزائن الگ الگ بنا کر ایک بڑے کاغذ پر چپکا دیے گئے ہیں۔ آپ بھی اپنی مرضی کے ڈیزائن بنا کر مختلف رنگ بھر سکتے ہیں۔ ☆

باپ: ''بیٹا! بازار تک پیدل چلیں یا بس میں؟''

بیٹا: ''آپ کی مرضی ہے ابو! مجھے تو آپ گود میں اُٹھالیں۔''

لطیفہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری ٹاؤن

نونہال مصور

زونیش منیر، میر پور خاص

معراج عبدالرحمٰن، کراچی

ایمان انجم، فیصل آباد

ناعمہ ذوالفقار، کراچی

آمنہ افضل، چکوال

حمنیٰ ذوالفقار، کراچی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ہنڈ کلیا

کوکونٹ بسکٹ — مرسلہ : سمیرا فرید احمد، حیدر آباد

انڈا : ایک عدد / پسا ہوا کھوپرا : ایک کپ

میدہ : ایک چمچہ / ونیلا ایسنس : چند قطرے / چینی : چار چمچے

ترکیب: انڈے کو اچھی طرح پھینٹ لیں، پھر اس میں سب اجزاء شامل کر کے مکس کریں۔ بیکنگ ٹرے پر چمچے کی مدد سے تھوڑا تھوڑا ڈال دیں۔ ۱۵۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر پانچ منٹ بیک کریں۔ مزے دار کوکونٹ بسکٹ تیار ہیں۔

نان خطائی — مرسلہ : سیدہ لاریب جاوید، کراچی

میدہ : ڈیڑھ کپ / پسی ہوئی چینی : آدھا کپ

گھی : آدھا کپ / الائچی : تین عدد

بیکنگ پاؤڈر : آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب: ایک پیالے میں میدہ، بیکنگ پاؤڈر، پسی ہوئی چینی اور الائچی کے دانے شامل کریں اور گھی سے گوندھ لیں اور چھوٹے چھوٹے پیڑے بنائیں۔ سلور ٹرے میں بٹر پیپر لگائیں اور گریز کریں اور پیڑے کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھیں۔ ۱۸۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر پندرہ سے بیس منٹ بیک کریں۔

کیک شیک — مرسلہ : اُم ہدیٰ بنت عبدالستار قائم خانی، کوٹ غلام محمد

آم کا گودا : ایک کپ / تازے کیک کا چورا : آدھا کپ / انڈا : ایک عدد

ملائی : آدھا کپ / ٹھنڈا دودھ : ایک کپ / آم کا ایسنس : آدھا چمچہ

چینی : آدھا کپ

ترکیب: مکسچر میں چینی اور انڈا ڈالیں اور مکسچر چلا کر اتنا پھینٹیں کہ جھاگ آ جائیں۔ اب آم کا گودا اور کیک کا چورا کٹی ہوئی برف میں ڈالیں اور مکسچر چلا کر مرکب کو ٹھنڈا اور تھوڑا پتلا کریں۔ اگر کیک شیک گاڑھا ہی پینا چاہیں تو یہ پینے کے لیے تیار ہے۔ اگر اسے تھوڑا پتلا کرنا چاہیں تو اس مرکب میں تھوڑا ٹھنڈا اور میٹھا دودھ ملا کر پیش کریں۔ ☆

ہم نے مجرم پکڑا

جاوید اقبال

پچھلے کچھ دنوں سے ہمارے محلے میں چوری کی وارداتیں ہو رہی تھیں۔ پہلے گلو حلوائی کا بکرا کسی نے اُٹھا لیا۔ گڈو پرچون والے کی دکان سے گھی کا پورا کنستر غائب ہو گیا۔ اکبر کبوتر باز کے آٹھ قیمتی کبوتر کوئی چُرا کے لے گیا۔ اکبر بیکری والے کی دکان کے تالوں میں کسی نے ایسا محلول ڈال دیا، جس سے تالوں کے سوراخ بند ہو گئے۔ پورا محلّہ ان وارداتوں کی وجہ سے پریشان تھا۔ سب کو اپنی فکر پڑ گئی تھی کہ آج کسی کی تو کل ہماری باری آ سکتی ہے۔

ایک رات میں کھانا کھانے کے بعد چھت پر چہل قدمی کے لیے گیا۔ ٹہلتے ہوئے اچانک میری نظر کونے والے پرانے مکان کی چھت پر پڑی تو میں چونک پڑا۔ ایسے لگا جیسے کوئی چھت پہ کھڑا ہے۔ دیوار کے ساتھ مجھے ایک انسانی سر نظر آ رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ آخر اس بے آباد گھر کی چھت پر کون کھڑا ہے۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ وہ مجرم تو نہیں، جو محلے میں وارداتیں کر رہا ہے۔ میں جلدی سے نیچے آیا۔ گلی میں مجھے میرے دوست ہشام، بلال اور فرہاد مل گئے۔

''میں نے وارداتیں کرنے والے مجرم کا سراغ لگا لیا ہے۔'' میں نے انھیں دیکھتے ہی جوش بھری آواز میں کہا۔

''کون ہے وہ؟'' دوستوں نے حیرت سے اُچھل کر کہا۔

''وہ حافظ جی کے پرانے مکان کی چھت پر کھڑا ہے۔'' میں نے کہا۔

''تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ وہی مجرم ہے۔'' فرہاد نے کہا۔

''ایک بے آباد گھر کی چھت پہ کھڑے ہونے کا آخر کیا مطلب ہے۔ وہ وہاں کھڑے ہو کر اگلی واردات کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ تم مانو نہ مانو یہی وہ مجرم ہے، جو محلے میں وارداتیں کر رہا ہے۔ نہیں یقین آ رہا ہے تو آؤ میرے ساتھ، اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ وہ اب بھی وہاں کھڑا ہوگا۔'' میں نے پورے اعتماد سے کہا۔

وہ سب میرے ساتھ میرے گھر کی چھت پر آ گئے۔ ہم نے چھپ کر حافظ صاحب کے مکان کی طرف دیکھا۔ مجرم اب بھی وہیں کھڑا تھا۔ اب دوستوں کو ماننا ہی پڑا کہ یہی وہ مجرم ہے، جس نے محلے بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔

''مجرم تو نظر آ گیا، مگر اسے پکڑیں کیسے؟'' حشام نے کہا۔

''یہ کون سا مشکل کام ہے۔ مکان کا دروازہ ٹوٹا ہوا ہے۔ ہم وہاں سے اوپر جا کر اسے پکڑ لیں گے۔'' بلال بولا۔

اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی اور ساتھی بھی ہو۔ ہم اس راستے سے گئے تو وہ ہم پر حملہ بھی کر سکتے ہیں۔'' فرہاد نے کہا۔

''کیوں نہ بٹ صاحب کے گھر سے سیڑھی لگا کر اسے پیچھے سے جا پکڑیں۔'' میں نے مشورہ دیا، کیوں کہ وہ پرانا مکان بٹ صاحب کے گھر سے ملا ہوا تھا۔

''ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔'' حشام نے کہا: ''وہ بے خبر کھڑا ہوگا، ہم اسے پیچھے سے دبوچ لیں گے۔''

''لیکن اس کے لیے ہمیں بٹ صاحب کا تعاون چاہیے ہوگا۔ پہلے ہمیں ان سے اجازت لینا ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''بٹ صاحب کو بھلا کیا اعتراض ہوگا۔ اس مجرم سے بٹ صاحب کو بھی تو خطرہ ہے۔ ایک خطرناک مجرم ان کے پڑوس میں موجود ہے۔'' بلال نے کہا۔

چناں چہ ہم بٹ صاحب کی طرف چل پڑے۔

دراصل ان دنوں ہم پر سماجی خدمت کا بھوت سوار تھا۔ ہم کوئی ایسا کارنامہ انجام دینا چاہتے تھے، جس سے پورے محلے میں ہمارے نام کا ڈنکا بج جائے۔ اب قدرت نے ہمیں یہ سنہری موقع فراہم کر دیا تھا، جسے ہم کھونا نہیں چاہتے تھے۔ بٹ صاحب ہماری بات سن کر پریشان ہو گئے۔ بولے: ''اب میں کیا کروں؟''

"آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ بس ایک سیڑھی کا بندوبست کردیں۔ مجرم کو ہم خود پکڑ لیں گے۔" ہم نے کہا۔

بٹ صاحب نے نہ صرف سیڑھی کا بندوبست کر دیا، بلکہ دو عدد ڈنڈے بھی مہیا کر دیے۔ ہم سیڑھی دیوار کے ساتھ لگا کر اوپر چڑھ گئے۔ بٹ صاحب بھی ہمارے پیچھے اوپر آ گئے۔ مجرم منھ دوسری طرف کیے بے خبر کھڑا تھا۔ اندھیرے میں ہمیں اس کا دھندلا سا ہیولہ نظر آ رہا تھا۔ بلال نے ڈنڈا اوپر اُٹھا کر مجرم کے سر پر زور دار وار کیا۔ مجرم چکرا کر گرا۔ زمین پر ٹھک کی آواز آئی۔

"وہ مارا۔" ہم نے نعرہ لگایا۔ مجرم ایک ہی وار میں ڈھیر ہو گیا تھا۔ میں نے جیب سے موبائل فون نکالا اور گرے ہوئے مجرم پر روشنی ڈالی۔ "ہائیں یہ کیا؟" ہمارے منھ سے نکلا۔ چھت کے فرش پر مجرم کے بجائے لکڑی کا موٹا سا ڈنڈا پڑا تھا، جس کے ایک سرے پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ گھر والے شاید اس ڈنڈے سے چھت کے جالے وغیرہ صاف کرتے تھے۔ مکان خالی کرتے وقت وہ اس ڈنڈے کو دیوار کے ساتھ ہی کھڑا چھوڑ گئے تھے۔ ڈنڈے کے سرے پر گولائی میں لپٹا کپڑا اندھیرے میں بالکل انسانی سر جیسا ہی لگتا ہے۔ ہمیں اس بات پر بھی بڑی حیرت ہوئی کہ دو ہفتے سے مکان خالی ہے اور اب تک اس "مجرم" پر ہماری نظر نہ پڑی۔

بٹ صاحب نے خونخوار نظروں سے ہمیں دیکھا پھر ڈنڈا اُٹھا کر ہماری طرف بڑھے اور ہم اندھا دھند سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہاں سے بھاگے۔ بعد میں اصل چور بھی پکڑا گیا، جس کی وجہ سے محلے بھر میں خوف پھیلا ہوا تھا۔ ☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

نگہت رمضان بُھٹہ، اوتھل — مناہل فاطمہ عامر علی، حیدر آباد
محمد اذعان خان، کراچی — ولید امجد کمبوہ، دوڑ
معراج محبوب عباسی، ہری پور ہزارہ — سعد ظفر، کراچی
محمد عدنان زاہد، کراچی

عیدالفطر

نگہت رمضان بُھٹہ، اوتھل

عیدالفطر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فطرانے کی عید۔ اس عید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ خوشی کے اس موقعے پر غریبوں اور مسکینوں میں صدقہ فطر تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوں۔

عیدالفطر دسویں اسلامی مہینے شوال المکرّم کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ مسلمان رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں روزے رکھتے ہیں۔ یہ مہینا زیادہ سے زیادہ عبادت میں گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے عید کا تہوار منانے کی اجازت دی ہے، تاکہ مسلمان اپنے فرض کی ادائیگی کے بعد شکرانے کے طور پر خوشی منا سکیں۔

عید کا چاند دیکھنے کے لیے لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر آسمان کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ تلاش کبھی تو جلدی ختم ہو جاتی ہے اور کبھی دیر تک جاری رہتی ہے۔ چاند نظر آنے کے ساتھ ہی لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں۔ دوست، رشتے دار گلے ملتے

ہیں۔ چاند رات خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔نوجوان بازاروں میں خریداری کے لیے نکل جاتے ہیں۔گھروں میں بچیاں مہندی لگا کرایک دوسرے کو دکھاتی ہیں اورخوش ہوتی ہیں۔عیدالفطر کی صبح بہت خوب صورت ہوتی ہے۔میٹھے میٹھے پکوان پکتے ہیں۔نمازِ عید پڑھی جاتی ہے۔دعا کے بعد لوگ ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔گِلے شکوے دور کرتے ہیں۔ عیدگاہ سے فارغ ہوکر بچے عیدیاں لیتے ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔آپس میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔کبھی کبھی سیر کا پروگرام بن جاتا ہے۔غرض سارا دن خوشیوں میں گزرتا ہے۔

منہگائی سے بات چیت

محمد اذعان خان، کراچی

ایک دن ہم نے سوچا کہ غریبوں کی دشمن منہگائی سے کچھ بات چیت کی جائے۔ وہ ہمیں باورچی خانے میں نظر آئی۔ ہم نے کہا کہ آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔

منہگائی: ''جی جی پوچھیے۔میں حاضر ہوں۔''

ہم: ''آپ کے خاندان میں کون کون شامل ہے؟''

منہگائی: ''رشوت، سود اور سارے ناجائز کام میرے ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔''

ہم: ''لوگ آپ سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں؟''

منہگائی: ''دراصل لوگ میرے بڑھنے سے ڈرتے ہیں۔کیوں نہ ڈریں، میں ان کی جیب جو خالی کرادیتی ہوں۔''

ہم: ''آپ کا کوئی دشمن ہے؟''

منہگائی: ''جی ہاں سستائی میری دشمن ہے۔''

ہم: ''آپ کی عمر کتنی ہے؟''

منہگائی: ''میری عمر کا تعلق چیزوں کے بڑھنے سے ہے۔جب تک چیزوں کی قیمتیں بڑھتی رہتی ہیں، میں جوان رہتی ہوں اور جب چیزوں کی قیمت کم ہونے لگتی ہیں، میں بوڑھی ہونے لگتی ہوں۔''

ہم: ''آپ اتنی تیزی سے کیوں بڑھتی ہیں؟''

منہگائی: ''میرے بڑھنے میں منافع خور اور ذخیرہ کرنے والے تاجر میری بہت مدد کرتے ہیں۔اب تو بڑے بڑے لوگ مجھ پر مہربان ہیں۔ میں ان کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے آسمان تک پہنچایا۔''

ہم: ''کیا آپ کے بڑھنے کا کوئی موسم ہے یا سارا سال بڑھتی ہیں؟''

منہگائی: ''ویسے تو ناجائز دولت جمع کرنے والے سارا سال کسی نہ کسی چیز کی قیمت بڑھا کر میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں، لیکن خاص موقعوں اور تہواروں پر میری تو عید ہو جاتی ہے۔''

ہم: ''کیا آپ سے نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟''

منہگائی: ''جی ہاں طریقے تو بہت ہیں، لیکن میں آپ کو طریقہ کیوں بتاؤں؟''

ہم: ''آپ نونہالوں کو اپنا کوئی پیغام دینا چاہیں گی؟''

منہگائی: ''ہاں ہاں میں کہنا چاہوں گی کہ وہ صرف اور صرف پڑھائی کی طرف توجہ دیں اور محنت کریں۔شہید حکیم محمد سعید کا قول ہے کہ ''کام یابی، نو حصہ محنت اور ایک حصہ ذہانت سے حاصل ہوتی ہے۔''

ہم: ''جی جی، بالکل، شکریہ آپ نے ہمارے لیے وقت نکالا۔''

منہگائی: ''خدا حافظ۔''

اس کے بعد ہم قلم لے کر بیٹھ گئے، تا کہ اسے ہمدرد نونہال کی زینت بنا سکیں۔

تین لاتوں کا قانون

معراج محبوب عباسی، ہری پور ہزارہ

ایک شکاری شکار کی نیت سے شہر سے آگے ایک گاؤں کی طرف جا نکلا۔اس نے دیکھا کہ یہاں بے تحاشا شکار دستیاب ہے، خوب مزہ آئے گا۔ اس طرح گھومتے پھرتے وہ سرسبز کھیتوں کی طرف جا نکلا۔

کھیتوں میں ایک بوڑھا کسان ہل چلا رہا تھا۔ شکاری نے دیکھا کہ کھیت کے قریب ہی درخت پر ایک فاختہ بیٹھی ہے۔ اس نے فوراً نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔

بدقسمتی سے وہ فاختہ کسان کے کھیت میں جا گری۔ اب شکاری پریشان ہو گیا کہ اگر کسان سے کہا تو ممکن ہے وہ یہ کہہ کر کہ فاختہ چوں کہ میرے کھیت میں گری ہے، اس لیے وہ اب میری ہی ملکیت ہے اور شکار لوٹانے سے انکار نہ کر دے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ کسان کے جانے تک انتظار کیا جائے، پھر جا کر فاختہ کو اُٹھا لوں گا۔

شام کے سائے گہرے ہونے لگے تو کسان نے کام ختم کیا اور اپنا سامان وغیرہ سمیٹنے کے بعد گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔

شکاری نے جب دیکھا کہ کسان جا چکا ہے تو اس نے ایک جانب سے کھیت میں داخل ہونے کے لیے حفاظتی باڑ کے اوپر سے چھلانگ لگائی۔ ایک اجنبی کو مالک کے کھیت میں بغیر اجازت یوں چوروں کی طرح داخل ہوتا دیکھ کر کسان کا کتا زور زور سے بھونکنے لگا۔ کتے کے بھونکنے کی آواز کسان نے سنی تو وہ بھی واپس پلٹ آیا، تاکہ یہ جان سکے کہ کتا کیوں شور مچا رہا ہے۔

کسان جب اپنے کھیت واپس آیا تو سامنے ایک اجنبی کو دیکھ کر بہت حیران ہوا، پوچھا: ''کون ہو تم اور میرے کھیت میں کیا کر رہے ہو۔ وہ بھی چوری چھپے؟''

شکاری نے اب کسان کو اصل بات بالکل سچ سچ بتا دی۔ جس کو اطمینان سے سن لینے کے بعد کسان بولا: ''دیکھو میاں! فاختہ کو تم نے شکار کیا، اس لیے تم حق دار ٹھہرے، لیکن وہ گری میری زمین پر، سو میں بھی حق جتا سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ تم اس وقت ہمارے علاقے میں ہو، اس لیے فیصلہ بھی یہاں کے قانون کے تحت ہوگا۔''

''کون سا قانون؟''

''تین لاتوں کا قانون!'' بوڑھے کسان نے بتایا اور پھر اس کو سمجھایا: ''اس قانون کے تحت دونوں فریق ایک دوسرے کو باری باری تین تین لاتیں مارتے ہیں۔ پھر جو ہار مان جائے تو فیصلہ اس کے خلاف ہو جاتا ہے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' شکاری بولا۔

تو کسان نے ایک اور شرط رکھی: ''کیوں کہ میں مقامی ہوں اور اس قانون میں ماہر بھی تو پہلی باری میں لوں گا، تاکہ تم اچھی طرح طریقہ سمجھ جاؤ۔''

''ٹھیک ہے محترم!''

شکاری نے یہ بات بھی مان لی۔ اس کا خیال تھا کہ اس بوڑھے کسان کی تین لاتوں سے مجھ پر کیا اثر ہونے والا ہے۔ پھر یہ ناتواں، کم زور بوڑھا میری ایک لات پڑنے کے بعد ہی کراہنے لگے گا اور اپنے حق سے دست بردار ہو جائے گا۔

مقابلہ شروع ہو گیا۔ بوڑھے کسان کی چلائی ہوئی پہلی لات اجنبی شکاری کی پسلیوں پر لگی اور وہ کراہتے ہوئے اُلٹ کر گرا، مگر ہمت کر کے پھر اُٹھ گیا۔ دوسری لات سیدھی پیٹ پر لگی اور شکاری تکلیف کی شدت سے دوہرا ہو گیا۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے پیلا پڑ رہا تھا۔

''اگر یہ بوڑھا میری ایک لات کے بعد بھی ہار مان گیا تب بھی میں اس کو مزہ چکھانے کے لیے دو مزید لات ماروں گا۔'' شکاری غصے میں کھڑا ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایک زوردار لات اس کے منہ پر پڑی اور اگلے ہی لمحے وہ زمین پر پڑا خاک چاٹ رہا تھا۔

شکاری اس خیال سے اُٹھ کھڑا ہوا کہ اب کسان کے پٹنے کی باری ہے۔ وہ جونہی کسان کی جانب بڑھا۔ وہ اسے ہاتھ سے

روکتے ہوئے بولا: ''نہ میاں نہ! میں اپنا حق چھوڑ رہا ہوں، فاختہ اُٹھاؤ اور چلے جاؤ۔''

یہ کہہ کر کسان گھر کی جانب چل دیا۔

پیڑ

مرسلہ : مناہل فاطمہ عامر علی، حیدر آباد

کام ہے اچھا پیڑ لگانا
اور ان کو پروان چڑھانا
ملک کا یہ سرمایہ ہوں گے
دھوپ میں ٹھنڈا سایہ ہوں گے
پودوں سے جب پیڑ بنیں گے
خوب ہوا کو صاف کریں گے
ان سے پھل پائیں گے ہم
خوب مزے سے کھائیں گے ہم
لکڑی ان سے خوب ملے گی
جس سے ہر ایک چیز بنے گی
آؤ مل کر پیڑ لگائیں
اپنی محنت کا پھل پائیں

حقیقت

ولید امجد کمبوہ، دوڑ

ایک بوڑھا آدمی اپنے بیس سالہ بیٹے شکیل کے ساتھ ایک ریل گاڑی میں کراچی سے ملتان جا رہے تھے۔ شکیل کے چہرے پر بے پناہ خوشی نظر آ رہی تھی۔ شکیل نے کہا: ''ابا! یہ زمین اور آسمان کتنے خوب صورت ہیں۔''

اس کے ابو نے جواب دیا: ''جی ہاں بیٹا!''

''ان پھولوں کو دیکھیں! انھیں کیا کہتے ہیں؟'' شکیل نے اپنے ابو سے پوچھا۔

''ان کو گلاب کہتے ہیں۔'' اس کے ابو نے جواب دیا۔

احمد اور جمیل ان سے آگے والی نشست پر بیٹھے تھے۔ احمد نے جمیل سے کہا: ''یہ لڑکا پاگل ہے، جو احمقانہ سوال پوچھ رہا ہے۔''

شکیل کے ابو نے ان کی بات سن لی اور کہا: ''نہیں، یہ پاگل نہیں ہے۔ یہ بچپن سے اندھا تھا۔ سری لنکا میں ایک آدمی نے

مرتے وقت اسے اپنی آنکھیں دے دیں۔ اب میرے بیٹے نے آنکھیں حاصل کر لیں ہیں۔ وہ یہ ساری چیزیں اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہے۔''

احمد نے کہا: ''معاف کیجیے گا۔ میں یہ نہیں جانتا تھا۔''

شکیل کے ابو نے کہا: ''بیٹا! دوسروں کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہیں کہنا چاہیے جب تک آپ کو پوری معلومات نہ ہوں۔''

قدرت کا انصاف

سعد ظفر، کراچی

چوہدری برکت بڑا خوش تھا۔ خوشی سے وہ پھولے نہیں سما رہا تھا۔ آخر خوش کیوں نہ ہوتا، آج اس نے چار مربع زمین جو کہ غریب کسانوں کی ملکیت تھی، ان سے ہتھیا لی تھی۔ اب اس کی زمینوں میں چار مربع اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ کام اس نے دھمکیوں کے زور پر کیا تھا۔ غریب کسان بے چارے فریاد کرتے رہے، مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

اب چوہدری برکت پورے گاؤں میں دندناتا پھرتا، کسی میں ہمت نہ تھی کہ اسے کچھ کہہ سکے۔ اگر کبھی کوئی اسے غلطی سے کچھ نصیحت کرتا تو اس کی شامت آ جاتی۔ وہ اپنے گھر اور کھیت وغیرہ سے محروم ہو جاتا۔

آخر قدرت کو جوش آ گیا۔ ایک دن وہ کسانوں کو ہدایت دینے اپنی زمینوں پر پہنچا تو کسی نے اطلاع دی کہ چوہدری ہاؤس کی چھت گر گئی ہے اور چوہدری صاحب کے بیوی بچے اس کے نیچے دب گئے ہیں۔ برکت گھبرا کر گھر کی طرف بھاگا۔ جب وہ نالے کے کنارے پہنچا تو موٹاپے کی وجہ سے اس کی ٹانگ لڑکھڑا گئی۔ وہ پھسل کر نالے میں گر گیا۔ اس کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

گاؤں میں کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ گہرے نالے میں اُترے، آخر شہر سے ایمبولنس بلائی گئی۔ رات تک وہ آئی، برکت اس دوران شدید اذیت میں نالے میں تڑپتا رہا، پھر اسے اسپتال منتقل کیا گیا، جہاں اس کا آپریشن ہوا، جب اسے پتا چلا کہ اس کے بیوی بچے ہلاک ہوگئے ہیں تو اس کو سخت دھچکا لگا۔ پے در پے آنے والی مصیبتوں کے باعث اس پر فالج کا اٹیک ہوا اور آدھے سے زیادہ جسم مفلوج ہوگیا۔

شہر میں اس کا علاج ہوتا رہا۔ زمینیں بیچ کر علاج کروایا گیا۔ آخر ڈاکٹروں نے کچھ ہدایات دے کر اسے اسپتال سے فارغ کر دیا۔

اب برکت لاوارث تھا۔ گاؤں کے ایک غریب کسان کو رحم آ گیا اور وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ برکت کو دو وقت کی روٹی کھلا دیتا۔ اب برکت سارا دن بستر پر پڑا اپنے ماضی کے گناہوں پر افسوس کرتا رہتا ہے۔

احسان فراموش

محمد عدنان زاہد، کراچی

کسی گاؤں میں ایک لکڑہارا رہتا تھا۔ وہ بہت غریب تھا۔ روز جنگل سے لکڑیاں کاٹتا اور انھیں بازار میں بیچ دیتا تھا۔ اس سے وہ بہت مشکل سے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ وہاں ایک باز آ گیا۔ باز نے اس سے کہا: ”میں روز تمھیں دیکھتا ہوں تم اتنی محنت کرتے ہو اور پھر بھی اتنا معاوضہ نہیں ملتا۔ میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں ایک موتی دوں گا۔ جسے تم بازار میں بیچ دینا۔“

وہ آدمی بہت خوش ہوا اور باز کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ باز نے اسے ایک موتی دے دیا۔

وہ آدمی موتی لے کر بازار گیا، لیکن وہاں کسی جوہری کے پاس اس قدر نایاب موتی کی قیمت ادا کرنے کے لیے رقم نہیں تھی۔ آخر ایک جوہری نے اسے بہت سی رقم نقد اور باقی سامان دے دیا۔ وہ لکڑہارا بہت خوش تھا۔ اس کے دن پھر گئے۔ اب تو اکثر وہ باز کے پاس جاتا اور باز اسے ایک موتی دے دیتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ امیر ہوگیا اور ہنسی خوشی رہنے لگا۔

ایک دن اس ملک کا بادشاہ بہت سخت بیمار ہوا۔ بہت علاج کروایا، لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ آخر ایک حکیم نے کہا: ”اگر ایک باز کا گوشت بادشاہ کو کھلایا جائے اور اس کے خون سے بادشاہ کی مالش کی جائے تو بادشاہ ٹھیک ہو جائے گا۔“

بادشاہ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ باز کو پکڑ کر لائے۔ باز کا ٹھکانا کسی کو معلوم نہ تھا۔ وہ سب خالی ہاتھ واپس لوٹے۔

آخر بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی باز کو پکڑ کر لائے گا، اسے آدھی سلطنت انعام میں دی جائے گی۔

اس لکڑہارے نے جب یہ اعلان سنا تو لالچ میں آ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر میں اس باز کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جاؤں تو بادشاہ سے آدھی سلطنت حاصل کر سکتا ہوں۔ یہ خیال آتے ہی وہ باز کے ٹھکانے کی جانب چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر لکڑہارے نے موتی لینے کے بہانے باز کو پکڑ لیا۔

باز نے اس سے کہا: ”تُو نے مجھے کیوں پکڑا ہے؟“

لکڑہارے نے جواب دیا: ”ہمارے بادشاہ کی طبیعت خراب ہے اور اسے تمھارا گوشت چاہیے۔“

یہ سن کر باز بہت رنجیدہ اور اُداس ہوگیا۔ اس نے لکڑہارے سے کہا: ”میں نے تم پر احسان کیا۔ تم ایک غریب آدمی

تھے، میں نے تمھیں امیر کر دیا اور اب تم مجھے مارنا چاہتے ہو؟''

لکڑہارے نے اس کی ایک نہ سنی اور جلدی سے اس باز کے پَر کاٹ دیے، تاکہ باز اُڑ نہ سکے۔ باز بہت اُداس تھا۔ لکڑہارا باز کو لے کر جا رہا تھا کہ راستے میں شہزادہ مل گیا۔ شہزادے نے اس سے پوچھا: ''اس بے چارے باز کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟''

لکڑہارے نے جواب دیا: ''آپ کے والد بیمار ہیں اور یہ باز ہی ان کا علاج ہے۔ باز کا گوشت کھانے کے بعد بادشاہ سلامت ٹھیک ہو جائیں گے۔''

شہزادہ بہت رحم دل تھا، یہ سن کر بہت ناراض ہوا اور کہا: ''اس باز کی جان لینے سے اگر بادشاہ کی طبیعت ٹھیک ہوتی بھی ہے تو بھی یہ باز میں تمھیں لے جانے نہیں دوں گا۔''

شہزادے نے اس لکڑہارے سے باز لے لیا اور اپنے ساتھ محل لے گیا۔ شہزادہ اس باز کی پرورش کرنے لگا۔

اِدھر اس لکڑہارے کے پاس دولت ختم ہوتی گئی اور لکڑہارا پھر غریب ہو گیا۔ باز سے نیکی کرنے کی وجہ سے شہزادے کے والد یعنی بادشاہ کی طبیعت بھی بہتر ہو گئی اور باز بھی اُڑنے کے قابل ہو گیا۔

ایک دن وہ لکڑہارا دوبارہ جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ وہی باز وہاں آ گیا اور اس سے کہا: ''میں نے تمھارے ساتھ نیکی کی، اچھا سلوک کیا، تم غریب سے امیر بن گئے، لیکن تم نے مجھے جان سے مارنا چاہا۔ تم احسان فراموش ہو۔ اب ساری عمر اس جنگل میں لکڑیاں کاٹتے رہو۔ میں اب تمھاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔'' باز لکڑہارے کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ مئی ۲۰۱۶ء کے بارے میں ہیں

● اپنی ساری زندگی کو ادب کی خدمت کے لیے وقف کرنے والے مسیحا ''مسعود احمد برکاتی'' سیکڑوں لکھنے والوں کی رہنمائی کر کے ان کی تحریروں کو بنا سنوار کر قابلِ اشاعت بنانے اور اپنے قلم کی طاقت سے بے شمار لوگوں کو ایک سچی اور اچھی راہ دکھانے والی شخصیت کے لیے ہم کیوں نہیں دعا کریں گے۔ جناب! ہم آپ کی اچھی صحت اور درازئ عمر کے لیے دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ جاوید اقبال، لاہور۔

● ہمدرد نونہال ایک خوب صورت، پُرکشش اور دل کو موہ لینے والا رسالہ ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی کہانیاں اپنے عروج پر تھیں۔ بلاعنوان کہانی (احمد عدنان طارق) تمام کہانیوں پر بازی لے گئی، کیوں کہ یہ کہانی مزاحیہ ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاحی بھی تھی۔ ایک سوال یہ ہے کہ لفظ ''طوطا'' کو آپ ''توتا'' جب کہ لفظ ''قصائی'' کو ''قسائی'' کیوں لکھتے ہیں؟ فتح محمد شارق، نوشہرہ۔

> اردو زبان اور لغت ماہرین نے تحقیق کے بعد وضاحت کر دی ہے کہ توتا اور قسائی ہی درست ہیں، البتہ قصاب میں ''ص'' کا حرف آئے گا۔ طوطا اور قصائی غلط رائج ہو گیا ہے۔

● جاگو جگاؤ کی صورت میں شہید حکیم محمد سعید صاحب کی نصیحت آموز باتیں اور مسعود احمد برکاتی کی پہلی بات نونہالوں کو اپنے سحر سے نہیں نکلنے دیتی۔ روشن خیالات پڑھ کر ایک ایک بات پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ معلومات ہی معلومات اپنی جگہ ایک منفرد سلسلہ ہے۔ خوش ذوق نونہال واقعی بیت بازی میں ہر دفعہ کمال کے اشعار ارسال کرتے ہیں۔ ننھے نکتہ داں، علم دریچے میں پھول بکھیر کر اس سلسلے کا مزہ دوبالا کر دیتے ہیں۔ نونہال ادیب ہم جیسے نونہالوں کے لیے بہترین سلسلہ ہے۔ تصویر خانہ میں ہم ننھے منے بچوں کے پیارے پیارے چہرے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ نونہال مصور کی تو مثال ہی نہیں ہے۔ یہ وہ سلسلہ ہے، جہاں نونہالوں کو اپنی محنت دیکھ کر انتہائی خوشی ملتی ہے۔ اگر کوئی غصے میں ہو تو وہ ہمدرد نونہال کا ہنسی گھر پڑھ لے تو غصے کی جگہ مسکراہٹ نظر آئے گی۔ معلومات افزا بہت اچھا سلسلہ ہے۔ نونہال لغت اردو میں شامل مشکل الفاظ کو سمجھنے میں ہماری کافی مدد کرتی ہے۔ کلثوم نواز، وزیرہ اسماعیل خان۔

● ہمدرد نونہال ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی پُر اثر رہا۔ کہانیوں میں قابلِ تحسین اور سوئز چور بہت عمدہ تھیں۔ سال گرہ مبارک ہونے تو سب پر بازی لے لی۔ اس کے علاوہ کبوتر کا تحفہ اور بلاعنوان کہانی بھی بہترین اور پُر اثر تھیں۔ نسرین شاہین کی جانوروں پر معلومات اچھا مضمون ہے۔ عائشہ جمیل، کراچی۔

● ہمدرد نونہال ہمارے گھر میں سب کا پسندیدہ رسالہ ہے۔ میں چھٹی جماعت میں پڑھتی ہوں۔ پہلے میری امی مجھے نونہال پڑھ کر سناتی تھیں، پر اب میں خود پڑھتی ہوں۔ میری عمر نو سال ہے۔ تسبیح محفوظ علی، کراچی۔

● مئی کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ روشن خیالات عمدہ تھے۔ اس مہینے کا خیال بھی اچھا تھا۔ کہانیوں میں ڈاکٹر سیب، کبوتر کا تحفہ، قصہ ایک شام کا اور سال گرہ مبارک ہو نہایت عمدہ تھیں۔ نظمیں ساری ہی اچھی تھیں۔ لطیفے بھی عمدہ تھے۔ اسمیٰ احمد، آزاد کشمیر۔

● کہانیوں میں سب سے اچھی بلاعنوان لگی۔ اس دفعہ معلومات افزا کے سوالات بہت اچھے تھے۔ شمارے میں نئے نئے نام دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمدرد نونہال کی مقبولیت بڑھائے (آمین) پہلی بات میں آپ نے اپنے لیے دعا کے لیے کہا ہے تو ہماری، بلکہ پوری قوم کی دعائیں آپ

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد | صائمہ اکرام | عُشنا کوثر سردار | اشفاق احمد
نمرہ احمد | سعدیہ عابد | نبیلہ عزیز | نسیم حجازی
فرحت اشتیاق | عفت سحر طاہر | فائزہ افتخار | عنایتُ اللہ التمش
قُدسیہ بانو | تنزیلہ ریاض | نبیلہ ابر راجہ | ہاشم ندیم
نگہت سیما | فائزہ افتخار | آمنہ ریاض | مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ | سباس گُل | عنیزہ سید | مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ | رُخسانہ نگار عدنان | اقراء صغیر احمد | علیمُ الحق
رفعت سراج | اُمِ مریم | نایاب جیلانی | ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

کے ساتھ ہیں۔ اللہ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔ (آمین)
محمد حبیب الرحمٰن، کراچی۔

● جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، معلومات ہی معلومات، علم دریچے، بیت بازی، سات نکتے، دین اور دینار، موٹر چور، ڈاکٹر سیب، سال گرہ مبارک ہو، بہترین تحریریں تھیں۔ ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے، کم ہے۔ معلومات افزا کے سوالات کبھی بہت مشکل ہوتے ہیں۔ غلام حسین میمن، مسعود احمد برکاتی، سیموئیل گل، فرزانہ روحی اسلم، اتنی اچھی تحریریں لکھنے پر بہت بہت مبارک باد قبول کریں۔ **ایم اختر اعوان، کراچی۔**

● مئی کا شمارہ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ جاگو جگاؤ اور سات نکتے بہت اچھے لگے۔ کہانیوں میں موٹر چور، قابلِ تحسین، قصہ ایک شام کا، ڈاکٹر سیب، بُرائی کا جواب اچھی کہانیاں تھیں۔ مضمون مارخور اور نظمیں بھی اچھی تھیں۔ **بسمہ مشتاق محمد، حیدرآباد۔**

● کہانیوں میں قابلِ تحسین، موٹر چور، قصہ ایک شام کا، ڈاکٹر سیب، انگریزی سے ترجمہ کہانی بلاعنوان بھی بہت اچھی تھی۔ آپ ایسی ترجمہ کہانیاں بھی شائع کرتے رہا کریں۔ کبوتر کا تحفہ بھی اچھی تھی۔ نظموں میں تعلیم ضروری ہے، بہت اچھی تھی۔ **فضا بتول کاشف شیخ، کراچی۔**

● مجھے ہمدرد نونہال بہت اچھا لگتا ہے۔ اس میں بہت ہی اچھی اور دلفریب کہانیاں ہوتی ہیں۔ بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگتی ہے۔ سب سے زیادہ روشن خیالات، ہنسی گھر اور نظمیں پڑھنا اچھا لگتا ہے۔ **محمد فیروز خان، ہنجر پور۔**

● مئی کا سرورق اچھا لگا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ خاص طور پر قابلِ تحسین، سال گرہ مبارک ہو، بُرائی کا جواب بہت اچھی اور سبق آموز تحریریں تھیں۔ بلاعنوان کہانی کچھ خاص متاثر نہ کرسکی۔ **محمد یوسف بھٹی، محمد یونس بھٹی، عذرا حبیب، شجاع آباد۔**

● اس دفعہ کا شمارہ شان دار تھا۔ قصہ ایک شام کا (انوار آس محمد)، موٹر چور (روبنسن سیموئیل گل)، ڈاکٹر سیب (فرزانہ روحی اسلم) مزے دار کہانیاں تھیں۔ لطیفے تو کمال کے تھے۔ **ماریہ اعظم، قلعہ دیدار سنگھ۔**

● اس بار ہمدرد نونہال کا رسالہ ٹاپ پر رہا۔ "سال گرہ مبارک ہو" رسالے کی جان تھی۔ اس کہانی سمیت ہر کہانی سپر ہٹ رہی۔ آپ اور آپ کے ساتھی مل کر رسالے کو اس طرح سجاتے ہیں کہ کسی چیز کی کمی نہیں لگتی۔ انکل! میں ہر ماہ روشن خیال اور بیت بازی کے شعر بھیجتی ہوں، شائع کیوں نہیں ہوتے؟ **لائبہ فاطمہ محمد شاہد، میرپور خاص۔**

> شائع نہ ہونے کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں۔ قول یا شعر بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق نہیں ہوگا یا پھر پہلے آچکا ہوگا۔ آپ کا یہ خط بہت اچھا ہے۔

● "سات نکتے" اچھا مضمون تھا۔ معلومات ہی معلومات میں کوئی نئی بات نہیں یہ چیزیں بچے ویسے ہی بھیجتے ہیں۔ موٹر چور، قصہ ایک شام کا، اچھی کہانیاں تھیں۔ سال گرہ مبارک ہو، کبوتر کا تحفہ، بلاعنوان کہانی اور بُرائی کا جواب شاید پہلے بھی پڑھ چکی ہوں۔ بلاعنوان ترجمہ کہانی ہے۔ نظمیں بھی سب اچھی تھیں۔ **علینہ رشید، حیدرآباد۔**

● پچھلے شمارے کی طرح مئی کا شمارہ بھی اچھا تھا۔ اس کی کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ انکل مجھے کبوتر کا تحفہ بہت پسند آئی۔ **عبداللہ صابر، کراچی۔**

● ہمیشہ کی طرح اس دفعہ کا شمارہ بھی بہت خوب تھا۔ جاگو جگاؤ دل کو چھو لینے والی تھی۔ پہلی بات پڑھ کر دماغ کو تازگی ملی۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کی تحریر "سات نکتے" بہت اچھی لگی۔ کہانیوں میں موٹر چور، ڈاکٹر سیب، سال گرہ مبارک ہو اور تقریباً ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ انوار آس محمد کا "سچا واقعہ" رونگٹے کھڑے کردینے والا تھا۔ **محمد حماد، کراچی۔**

● مئی کا شمارہ عالی شان تھا۔ سرورق کی تصویر بہت خوب صورت تھی۔ کہانیوں میں ڈاکٹر سیب، سال گرہ مبارک ہو، قصہ ایک شام کا، کبوتر کا تحفہ اور بلاعنوان کہانی بہت عمدہ

تھی۔ نظموں میں اے خدا، ہمدرد نونہال، تعلیم ضروری ہے عمدہ تھیں۔ سب سلسلے اچھے تھے۔ اس بار ہنسی گھر کچھ خاص نہیں تھا۔ **عمیر، عمر، عمار، میمونہ، حیدرآباد۔**

● مئی کے شمارے کا سرورق خاص نہیں تھا۔ جاگو جگاؤ سے حسبِ سابق بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اس مہینے کا خیال پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ روشن خیالات بھی سبق آموز تھے۔ "سات نکتے" کو اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ معلومات ہی معلومات اچھا سلسلہ ہے۔ قابلِ تحسین، موٹر چور، ڈاکٹر سیب اچھی کہانیاں تھیں۔ لطائف پسند آئے۔ نونہال ادیب میں سیدہ مبین فاطمہ عابدی، عمارہ حسن اور سلمان یوسف سمیجہ کی تحریریں پسند آئیں۔ حکیم خاں حکیم کی نظم پسند آئی۔ ادیب سمیع چمن کی نظم بھی اچھی لگی۔ میں نونہال اسمبلی میں حصہ لینا چاہتا ہوں اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ **محمد ارسلان صدیقی، گھوٹکی۔**

> انچارج "شعبہ پروگرام" کو فون کر کے یا خط لکھ کر معلومات حاصل کرلیں۔

● تمام کہانیاں عمدہ تھیں۔ ڈاکٹر سیب میری پسندیدہ کہانی ہے۔ پہلی بات، جاگو جگاؤ، روشن خیالات عمدہ سلسلے ہیں۔ سات نکتے (مسعود احمد برکاتی)، معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن) لاجواب مضمون تھے۔ دین اور دینار تحریر سمجھ میں نہیں آئی۔ موٹر چور، قصہ ایک شام کا، کبوتر کا تحفہ اور بلاعنوان کہانی عمدہ تھی۔ **ناعمہ ذوالفقار، کراچی۔**

● کہانیاں سب لاجواب تھیں۔ مجھے ڈراؤنی کہانیاں پڑھنے کا شوق ہے، مگر ہمدرد نونہال میں بہت ہی کم چھپتی ہیں۔ پہلا نمبر قصہ ایک شام کا تھا۔ دوسرا نمبر موٹر چور، ڈاکٹر سیب اور بلاعنوان کہانی کا تھا، جب کہ تیسرا نمبر بُرائی کا جواب، سال گرہ مبارک ہو اور قابلِ تحسین کا تھا۔ مضامین بہترین اور نظمیں عمدہ تھیں۔ رسالے کا ٹائٹل عمدہ اور خوب صورت تھا۔ **زہیر ذوالفقار بلوچ، کراچی۔**

● سرورق دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ بچہ بہت پیارا تھا۔ پہلے نمبر پر کبوتر کا تحفہ کہانی پسند آئی۔ دوسرے نمبر پر قصہ ایک شام کا اچھی لگی۔ جب کہ تیسرے نمبر پر قابلِ تحسین تھی۔ نظمیں ساری اچھی تھیں۔ مضامین عمدہ تھے۔ نونہال ادیب کی کہانیوں میں عمارہ حسن کی تحریر، انکل اشتیاق احمد کی یاد میں بہت اچھی لگی۔ بلاعنوان کہانی بھی عمدہ تھی۔ **عالیہ بنت ذوالفقار، کراچی۔**

● ہمدرد نونہال سے بچپن سے آشنا ہوں۔ رسالے بہترین ہیں۔ انکل! کوئی نیا سلسلہ شروع کریں۔ بہت عرصے سے یہی سلسلے چل رہے ہیں۔ **عقیل احمد اعوان، نوشہرہ۔**

● مئی کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ بلاعنوان کہانی کا جواب نہیں ہے۔ **حلیمہ صابر، ہری پور۔**

● تمام کہانیاں اپنے عروج پر تھیں۔ البتہ سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی سب سے پہلے نمبر پر رہی۔ **مریم نایاب، نوشہرہ۔**

● تازہ شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ **راحت حسین نظامی، جگہ نامعلوم۔**

● مئی کا شمارہ بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ قصہ ایک شام کا سبق آموز واقعہ تھا۔ بلاعنوان کہانی بھی بہت اچھی تھی۔ نونہال مصوری بھی بہت پسند آئی۔ کہانی صورت اور سیرت (نونہال ادیب) بھی بہت اچھی تھی۔ کیا ایسی کہانیاں بھیجی جاسکتی ہیں، جن کے مصنفین کے نام ہمیں معلوم نہیں ہیں؟ **ثروت جہاں، طیبہ نور، اوتھل۔**

> نہیں، اصل مصنف کا نام ضروری ہے۔

● مئی کے شمارے کا سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ جاگو جگاؤ ہر ماہ کی طرح نہایت اچھا اور سبق حاصل کرنے والا تھا۔ پہلی بات اور اس مہینے کا خیال بھی عمدہ تھا۔ (نظم) دعا اے خدا (محمد مشتاق حسین قادری) بہت اچھی تھی۔ محترم مسعود احمد برکاتی کی تحریر "سات نکتے" آدابِ مجلس کا انمول خزانہ ثابت ہوئے۔ محمد طارق کی کہانی "قابلِ تحسین" بہترین کہانی تھی۔ ڈاکٹر سیب

(فرزانہ روحی اسلم) مسکراتی اور پیاری کہانی تھی۔ حسن ذکی کاظمی کی کہانی "سال گرہ مبارک ہو" بھی بہت عمدہ کاوش تھی۔ انوار آس محمد کی تحریر کردہ کہانی "قصہ ایک شام کا" بہت اچھی اور سبق آموز تحریر تھی۔ مار خور اور معلومات ہی معلومات اچھی تحریریں تھیں۔ کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی۔

❁ مئی کے شمارے کی ہر تحریر بہت ہی عمدہ اور دل چسپ تھی۔ ہر تحریر کو پڑھ کر بہت لطف اُٹھایا۔ سب سے اچھی نظم ہمدرد نونہال (ضیاء الحسن ضیا) کی لگی۔ البتہ ہنسی گھر کچھ خاص نہیں تھا۔ انکل! ہمبز اور پیغمبر میں کیا فرق ہوتا ہے۔ کیا دونوں کے معنی ایک ہی ہیں؟ کرن حسین، فہد فدا حسین، فیوچر کالونی۔

جی ہاں، دونوں فارسی کے لفظ ہیں، یعنی خدا کا حکم لانے والا مرسَل، رسول۔

❁ مئی کا شمارہ خوب تھا۔ "سات نکتے" پڑھ کر اچھا سبق ملا۔ موذر چور بھی خوب تھی۔ کہانی ڈاکٹر سیب تو ہم پٹھان لوگوں کے لیے تھی، اس لیے خوب مزہ آیا۔ قصہ ایک شام کا اور کبوتر کا تحفہ بھی خوب تھیں۔ ہنسی گھر تو سپر ہٹ تھا۔ غرض سرورق کے علاوہ سارا رسالہ اپنی مثال آپ تھا۔ محمد احمد غزنوی، ضلع دیر۔

❁ مئی کے شمارے میں بلاعنوان انعامی کہانی سب سے اچھی لگی۔ قصہ ایک شام کا اور ڈاکٹر سیب بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ نام پتا نا معلوم۔

❁ مجھے ہمدرد نونہال بے انتہا پسند ہے۔ اس ماہ کے رسالے میں بلاعنوان کہانی بہت سبق آموز تھی۔ سال گرہ مبارک ہو، ڈاکٹر سیب، کبوتر کا تحفہ بہت اچھی کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو اور ترقی عطا فرمائے۔ روضہ محمود، میر پور خاص۔

❁ ہمدرد نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ اس رسالے کی باتوں پر عمل کر کے پاکستانی نونہال کام یابی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔ اس مہینے کا خیال بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں قابلِ تحسین، موذر چور، کبوتر کا تحفہ اور سال گرہ مبارک ہو بہترین کہانیاں تھیں۔

ہنسی گھر کی شوخیاں ہر بار کی طرح اس ماہ بھی ہنسانے والی تھیں۔ بلاعنوان کہانی شان دار تھی۔ نونہال لغت بھی خوب صورتی بکھیر رہی تھی۔ عمیر مجید عرف نِکا جٹ، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

❁ میں چھے سال سے ہمدرد نونہال مسلسل پڑھتا آرہا ہوں۔ ہمدرد نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ ہر ماہ مجھے بڑی شدت سے اس کا انتظار رہتا ہے۔ مئی کا شمارہ بھی بہت ہی زبردست رہا۔ انکل! آپ کی تحریر "سات نکتے" تو بہت ہی عمدہ تھی۔ میرے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ کہانیاں بھی سب لاجواب تھیں۔ محمد طارق کی کہانی "قابلِ تحسین" تو قابلِ ستائش ہے۔ قصہ ایک شام کا (انوار آس محمد)، بُرائی کا جواب (شیخ عبدالحمید عابد) تو زبردست کہانیاں تھیں۔ کبوتر کا تحفہ (عبدالرؤف تاجور) بھی بہت اچھی لگی۔ نظمیں بھی بہت خوب تھیں۔ بہر حال پورا شمارہ دل چسپ رہا۔ اویس نور گنڈانی، میر پور ماتھیلو۔

❁ ہمدرد نونہال ہمارا پسندیدہ رسالہ ہے۔ مئی کا شمارہ بہت پسند آیا۔ ڈاکٹر سیب نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں درد کر دیا۔ قصہ ایک شام کا عجیب سا لگا۔ مقدس جبار خان، لطیف آباد۔

❁ روشن خیالات، پہلی بات، جاگو جگاؤ ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی بہت لاجواب تھی۔ اس کے علاوہ "سات نکتے"، "مسکراتی لکیریں، نونہال ادیب، ہنسی گھر بھی بہت پسند آئے۔ کہانیاں بہت سبق آموز تھیں۔ انکل! پلیز علم دریچے کے صفحے بڑھا دیجیے۔ بلاعنوان کہانی، قصہ ایک شام کا، ڈاکٹر سیب، بُرائی کا جواب، دین اور دینار خوب خوب تحریریں تھیں۔ غرض کہ سرورق سے لے کر نونہال کے آخری صفحے تک سب ہی زبردست تھے۔ نور فاطمہ، کراچی۔

❁ ہر مہینے کی طرح مئی کا شمارہ بھی زبردست تھا۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ پہلے نمبر پر ڈاکٹر سیب، دوسرے نمبر پر بلاعنوان کہانی اور تیسرے نمبر پر موذر چور تھی۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کی تحریر "سات نکتے" بہت پسند آئی۔ انوار آس محمد کی تحریر بھی پسند آئی۔ باقی کہانیاں بھی زبردست تھیں۔ مار خور کے

بارے میں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ لبابہ خان، کراچی۔

❁ سرورق دل موہ لینے والا تھا۔ کہانیوں میں موذر چور، قصہ ایک شام کا اور کبوتر کا تحفہ اچھی تھیں، ہمارے دل کو جیتنے میں کام یاب رہیں۔ بلاعنوان کہانی بہت ہی سبق آموز اور تجسس سے بھر پور تھی۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کی کاوش "سات نکتے" دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ غلام حسین میمن کی تحریر معلومات سے بھر پور تھی۔ نظموں میں ہمدرد نونہال اور پیارے شہیدِ پاکستان معیار کی بلندیوں پر فائز تھیں۔ نونہال ادیب میں سیدہ مبین فاطمہ عابدی کی تحریر "ملاقات کے آداب" پڑھ کر بہت ہی متاثر ہوئے۔ پرنس راجا ثاقب محمود جنجوعہ، عائشہ راجا، نجبہ راجا، پنڈ دادن خان۔

❁ مئی کے شمارے کی تمام کاوشیں قابلِ تحسین تھیں۔ کہانیوں میں سال گرہ مبارک ہو، بُرائی کا جواب اور قابلِ تحسین بہت ہی شان دار تھیں۔ حکیم خاں حکیم کی نظم "تعلیم ضروری ہے" بہت زبردست تھی۔ راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، صدف جنجوعہ، ثانیہ جنجوعہ، زینت یاسمین، پنڈ دادن خان۔

❁ مئی کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ بہت پسند آیا۔ میں باقاعدگی سے ہر ماہ ہمدرد نونہال پڑھتا ہوں۔ اس میں بہت ہی متاثر کن باتیں ہوتی ہیں۔ محمد عمر دراز، لودھراں۔

❁ مئی کا شمارہ ٹھیک تھا۔ روشن خیالات کا حصہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس بار کے لطیفے بہت عمدہ تھے۔ میں ہمدرد نونہال بچپن سے پڑھ رہا ہوں۔ اب شاید بڑا ہو گیا ہوں، لیکن نونہال سے دوستی میری بچپن سے ہے اور اس کا ہمیشہ سے مجھے انتظار رہا کرتا تھا۔ بہت بہت شکریہ میرے بچپن کو خوش گوار بنانے کے لیے۔ عمر بن عبید، جگہ نامعلوم۔

❁ مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام نظمیں اور کہانیاں بہت خاص تھیں۔ نظموں میں پیارے شہید پاکستان بہت اچھی تھی۔ کہانیوں میں سال گرہ مبارک ہو نمبر ون پر تھی۔ قصہ ایک شام کا، موذر چور، کبوتر کا تحفہ اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھیں۔ ڈاکٹر سیب ایک ہنسی کھلکھلاتی تحریر تھی۔ حافظ عابد علی، راولپنڈی۔

❁ مئی کا شمارہ توقعات سے بڑھ کر تھا۔ فرزانہ روحی کی کہانی ڈاکٹر سیب بہت زبردست تھی۔ بلاعنوان کہانی اور کہانی قابلِ تحسین بھی بہت زبردست تھیں۔ نام پتا نامعلوم۔

❁ مئی کے شمارے کا سرورق بھی پچھلے ماہ کے شماروں کی طرح بے حد اچھا تھا۔ میں قرآنی کہانی حضرت یوسفؑ منگوانا چاہتا ہوں۔ براہ مہربانی طریقہ بتا دیں۔ پرویز حسین، کراچی۔

اس کتاب کی قیمت ۳۰ روپے ہے، منی آرڈر کی کم از کم فیس ۵۰ روپے ہے، اس لیے بہتر ہے کہ خود آ کر دفتر ہمدرد، ناظم آباد نمبر ۳ سے حاصل کر لیں۔

❁ مئی کا شمارہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ تمام کہانیاں اچھی لگیں۔ انکل! میری سہیلیوں کی خواہش ہے کہ آپ ڈراونی کہانیاں بھی شائع کیا کریں۔ بشریٰ رانا، پنیالہ دوست محمد۔

❁ مستقل سلسلوں میں جاگو جگاؤ، پہلی بات بہت پسند آئے۔ روشن خیالات میں بقراط کے قول نے بہت متاثر کیا۔ سات نکتے (مسعود احمد برکاتی) بہترین تحریر تھی، جس کی جتنی تعریف کریں، کم ہے۔ کہانیوں میں موذر چور (روبنسن سیموئیل گل)، قصہ ایک شام کا (انوار آس محمد)، کبوتر کا تحفہ (عبدالرؤف تاجور)، بلاعنوان کہانی (احمد عدنان طارق) بہت پسند آئیں۔ سسی بخی، پسنی۔

❁ مئی کا شمارہ پڑھ کر اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔ کہانیاں سب پسند آئیں۔ روبنسن سیموئیل گل کی کہانی ایک سبق آموز کہانی تھی۔ کبوتر کا تحفہ بھی ایک دل چسپ کہانی تھی۔ میر جان بخی، پسنی۔

❁ کہانیوں میں کبوتر کا تحفہ اور بلاعنوان کہانی پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ہنسی گھر کے لطیفے بڑے مزے کے تھے۔ معلومات ہی معلومات پڑھ کر علم میں اضافہ ہوا۔ نونہال کا سرورق بہت اچھا تھا۔ محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا۔

☆☆☆

جوابات معلومات افزا - ۲۴۵

سوالات مئی ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئے تھے

مئی ۲۰۱۶ء میں معلومات افزا-۲۴۵ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت زبیر، حضور اکرمؐ کے حقیقی چچا تھے۔
۲۔ ''جنگِ یرموک'' سنہ ۱۳ ہجری میں ہوئی تھی۔
۳۔ ''اوستا'' پارسیوں کی مقدس کتاب کا نام ہے۔
۴۔ پاک چین شاہراہِ ریشم کا افتتاح ۱۸ جون ۷۸ء کو ہوا تھا۔
۵۔ قیامِ پاکستان کے بعد آل پاکستان مسلم لیگ کے پہلے صدر چوہدری خلیق الزماں تھے۔
۶۔ ڈاکٹر عشرت العباد ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء سے اب تک سندھ کے گورنر ہیں۔
۷۔ پاکستان ٹیلے وژن کی مشہور ڈراما سیریل ''وارث'' امجد اسلام امجد نے تحریر کیا تھا۔
۸۔ ہندستان کی ریاست حیدرآباد دکن کے آخری حکمراں میر عثمان علی خاں تھے۔
۹۔ نمک، گندھک اور شورے کا تیزاب مسلمان سائنس داں جابر بن حیان کی دریافت ہے۔
۱۰۔ ''رباط'' مراکش کا دارالحکومت ہے۔
۱۱۔ قدیم زمانے میں فرانس کا نام ''گال'' (GAUL) تھا۔
۱۲۔ ''EMERALD'' انگریزی زبان میں ایک قیمتی پتھر زمرد کو کہتے ہیں۔
۱۳۔ مکڑی کی آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔
۱۴۔ ''مرزا واجد حسین'' مشہور شاعر یاس یگانہ چنگیزی کا اصل نام ہے۔
۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت: ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔''
۱۶۔ فانی بدایونی کے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

اک معما ہے سمجھنے کا، نہ سمجھانے کا
زندگی کا ہے کو ہے، خواب ہے، دیوانے کا

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** محمد حماد، علینا اختر، خزیمہ سبحان، سید ولید حسن، یسریٰ جبین، ارسلان احمد۔
☆ **پسنی:** ماہ نور حلیم ☆ **میرپور خاص:** ارم اجن ☆ **حیدرآباد:** نسرین فاطمہ۔
☆ **ملتان:** احمد عبداللہ ☆ **راولپنڈی:** محمد ارسلان ساجد ☆ **اوتھل:** ثروت جہاں۔
☆ **کوٹلی:** زرفشاں بابر ☆ **پشاور:** محمد حمدان ☆ **سکھر:** وجیہ مجید کھوکھر۔

۱۶ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ **کراچی:** محمد ابوبکر، کومل فاطمہ اللہ بخش، افضال احمد خاں، محمد آصف انصاری، کنول فاطمہ زیدی ☆ **پسنی:** شیراز شریف، شلی نخی ☆ **میرپور خاص:** محمد عمر اقبال، شہیرہ بتول، صنم اجن، واہبہ ریحان ☆ **حیدرآباد:** عائشہ ایمن عبداللہ، محمد عاشر راحیل ☆ **لاہور:** امتیاز علی ناز ☆ **ہری پور:** عائشہ خان جدون ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **کالا گجراں:** سیماں کوثر۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** اقبال احمد خاں، محمد اسد، خنسہ علی، مسکان فاطمہ، وانیہ حبیب، شبانہ شہاب خان، روحہ زرش، سمیعہ توقیر، ناعمہ تحریم، محمد جلال الدین اسد خان، محمد اویس امیر خان، طلحہ سلطان شمشیر علی، نوین جاوید خانزادہ ☆ **بہاول پور:** احمد ارسلان، قرۃ العین عینی، صباحت گل، ایمن نور ☆ **حیدرآباد:** ایمن زہرہ، فارینہ فاطمہ ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن ☆ **جنڈ:** سید محمد حسین ☆ **بے نظیر آباد:** مرلیاہ خانزادہ ☆ **میرپور خاص:** فیروزا احمد۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** انس ظفر، آئرہ عابد، مریم عامر، شاہ محمد ازہر عالم، رضی اللہ خاں، سمیع اللہ خاں، محمد عثمان غنی ☆ **میرپورخاص:** ریحانہ شاہد، روضہ محمود ☆ **ٹنڈوالہیار:** مدثر آصف کھتری ☆ **حیدرآباد:** عمار بن حزب اللہ بلوچ ☆ **لیاقت پور:** کنزا سہیل ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ☆ **نمیاری:** حارث ارسلان انصاری ☆ **میرپورماتھیلو:** اویس نور گڈانی ☆ **سکھر:** طوبیٰ سلمان ☆ **کھوسکی:** سیدہ مقدس شاہ گیلانی ☆ **گوجرخان:** محمد شہیر یاسر ☆ **میاں چنوں:** محمد عبداللہ اعجاز۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** محمد عمر صدیق، ساجدہ چشتی نظامی، ایم اختر اعوان، محمد حبیب الرحمٰن، عالیہ ذوالفقار ☆ **بھکر:** بمیرا زاہد ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

☆ **کراچی:** تفشالہ ملک ☆ **ملاکنڈ:** اشتیاق احمد۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

☆ **کراچی:** محمد عثمان عباسی، سندس آسیہ، نور حیات، محمد اختر حیات خان، علی حسن خان، بہادر، اعجاز حیات، عبدالرحمٰن خان، محسن محمد اشرف، حسن وقاص، فہد فدا حسین ☆ **پنڈدادن خان:** پرنس راجا ثاقب محمود جنجوعہ۔

وضاحت: بعض نونہالوں نے حضورِ اکرمؐ کے حقیقی چچا زبیر کو زبیر بن عوام سمجھا، جو رسولِ اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ حضورؐ کے دس چچا تھے، جن میں سے صرف دو سگے چچا تھے، یعنی ابو طالب اور زبیر۔ صرف دو چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ مسلمان ہوئے تھے۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال مئی ۲۰۱۶ء میں جناب احمد عدنان طارق کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو تین نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ **خوب صورت انتقام** : **عبیرہ صابر، کراچی**

۲۔ **صحبت کا اثر** : **محمد عمر دراز، لودھراں**

۳۔ **اور پھر دوستی ہوگئی** : **رفیق احمد ناز، ڈیرہ غازی خان**

﴾ چند اور اچھے اچھے عنوانات ﴿

سزا کی جزا۔ زندگی بدل گئی۔ نیکی کا سفر۔ اصلاحی سزا۔ سیر کو سوا سیر۔ انوکھی سزا۔ اور وہ سدھر گیا۔ دشمن بنے دوست۔ انوکھی تدبیر۔ کہانی ایک بونے کی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ **کراچی:** صدف آسیہ، محمد عثمان عباسی، نمرہ اقبال، محمد اویس رضا عطاری، تسبیح محفوظ علی، محمد حبیب الرحمٰن، ایم اختر اعوان، سیدہ مبشرہ نقوی، نور العین قریشی، محمد سعد سلیم، محمد اسد، عالیہ ذوالفقار، محمد حماد، کومل فاطمہ اللہ بخش، علینا اختر، محمد عمر صدیقی، انعم صابر، احمد پرویز، انس ظفر، مہوش حسین، محمد راحت حسین کاظمی نظامی، محمد عاطف زاہد، یمنیٰ سحبان، نور فاطمہ، محمد حاشر خان، تفشالہ ملک، آئرہ عابد، لبابہ عمران خان، شازیہ انصاری، سمیعہ توقیر، شاہ

بشریٰ عالم، سید ولید حسن، پرویز حسین، رضی اللہ خان، سمیع اللہ خان، کبشہ ادریس، محمد عمر حنین، فہد فدا حسین، ردا بشیر، محمد عثمان غنی، محمد نور حیات، محمد اختر حیات خان، محمد معین الدین غوری، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، محمد ادریس امیر احمد، احتشام شاہ فیصل، علی حسن خان، صفی اللہ، بہادر، حسن وقاص، اعجاز حیات، محمد جلال الدین اسد خان، ایاز حیات، احسن محمد اشرف، بلال خان، فضل ودود خان، طاہر مقصود، کامران گل آفریدی، عبدالرحمٰن خان محمد ارشد، محسن محمد اشرف، محمد فہد الرحمٰن، اسما بنتِ شبیر احمد قریشی، سمیرا بنتِ یوسف، مصامص شمشاد غوری، ابان بن عمران، احمر علی، وانیہ حبیب، مسکان فاطمہ ☆ **راولپنڈی:** شہیر ہارون، عائشہ خالد، حافظ عابد علی بھٹی، گل فاطمہ، ملک محمد احسن ☆ **لیہ:** محمد طاہر میلوانہ، محمد زبیر ☆ **فیصل آباد:** زونیرہ فاطمہ، ایمان انجم ☆ **بہاول پور:** محمد شکیب، صباحت گل، قرۃ العین عینی، احمد ارسلان، ایمن نور ☆ **میر پور خاص:** سید میثم عباس شاہ، فیروز احمد، محمد شاہد، فیضان احمد خان، نور الہدیٰ اشفاق احمد، وجیہ احمد انی، ایمن امان اللہ میمن، ادیبہ ریحان، فیضان علی اجن، ولید علی اجن، فاطمہ بتول، روضہ محمود، سحرش حامد ☆ **پسنی:** سسی یحیٰ، نسیم واحد، ماہ نور حلیم ☆ **لودھراں:** حافظ محمد سفیان شاہین، محمد ارسلان رضا ☆ **لاہور:** زاہد امتیاز، عائشہ عمران، ایشال ملک ☆ **ملتان:** محمد یوسف بھٹی، ایمن فاطمہ ☆ **حیدرآباد:** عمر بن حزب اللہ بلوچ، عائشہ ایمن عبداللہ، مریم بنتِ کاشف، ماہ رُخ، مقدس خان، شیرونیہ ثناء، نسرین فاطمہ، ارحم حسن، ایمن زہرہ ☆ **سکھر:** عمیر مجید، سعدیہ کوثر مغل ☆ **پشاور:** محمد حیان ☆ **اسلام آباد:** عنیزہ ہارون ☆ **سرگودھا:** آمنہ زاہد علی ☆ **گھوٹکی:** عمر بن عبید ☆ **کھوسکی:** سیدہ مقدس ☆ **بے نظیر آباد:** مرلیاہ خانزادہ ☆ **مرید کے:** بشریٰ رانا

☆ **تیمر گرہ:** محمد احمد غزنوی ☆ **ملاکنڈ:** اشتیاق احمد ☆ **پنڈ دادن خان:** ثمینہ فرخ راجا ☆ **واہ کینٹ:** محمد حذیفہ ☆ **کھڈیاں خاص:** صدیق قیوم ☆ **کوٹلی:** محمد جواد چغتائی ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **اٹک:** عمارہ احسن خان ☆ **اوتھل:** حدیقہ ناز ☆ **میر پور ماتھیلو:** اویس نور گذانی ☆ **بھکر:** سمیرا زاہد ☆ **جندو ڈیرو:** راشد رشید بھٹو ☆ **رحیم یار خان:** مریم مصطفیٰ ☆ **سانگھڑ:** علیزہ ناز منصوری ☆ **خوشاب:** فتح محمد شارق ☆ **نوشہرہ:** عقیل احمد اعوان ☆ **ہری پور:** حلیمہ صابر ☆ **لیاقت پور:** کنزا سہیل ☆ **سنجر پور:** محمد فیروز خان ☆ **مظفر آباد:** اصبح احمد۔

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ بامقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ ◆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتا لکھا ہوا جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال قسط وار کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ ◆ کتاب وغیرہ منگوانے کے لیے شعبہ مطبوعات ہمدرد کو علاحدہ خط لکھیں ◆ تحریریں ناقابلِ اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کوپن الگ کاغذ پر چپکائیں۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

نونہال لغت

دل خراش	دِ لْ خَ رَ ا ش	تکلیف دہ۔ جاں کاہ۔ دکھ ہونا۔
رمق	رَ مَ ق	تھوڑی سی جان۔ سسکتی جان۔
بشارت	بَ شا رَ ت	وہ بات جس کی خواب میں خبر ہو۔ الہام، غیبی خبر۔
کفالت	کَ فا لَ ت	ذمّے داری۔ بار اُٹھانا۔
بپتا	بِ پْ تا	دکھ۔ تکلیف۔ مصیبت۔ مصیبت کی سرگزشت۔
حاشیہ	حا شِ یَہ	کنارہ۔ کونا۔ کتاب کے ورق کا چاروں طرف کا کنارہ۔ شرح یا دداشت جو کتاب کے متن پر لکھی جائے۔ فٹ نوٹ۔
باڑا	با ڑ ا	احاطہ۔ چاردیواری۔ دائرہ۔ کٹھرا۔ میدان۔
ثبات	ثَ بات	ثابت قدمی۔ پائداری۔ مضبوطی۔ قیام۔ قرار۔
ناصح	نا صِ ح	نصیحت کرنے والا۔ صلاح کار۔
مدح	مَ دْ ح	تعریف۔ توصیف۔ ثنا۔ وہ نظم جس میں کسی کی تعریف ہو۔
تیمار دار	تِی ما رْ دا ر	بیمار کی خدمت کرنے والا۔ غم خوار۔
نمودار	نَ مُو دا ر	ظاہر ہونا۔ عیاں ہونا۔ آشکارا ہونا۔
تغیر	تَ غَ یْ یُر	بدلنا۔ پلٹنا۔ پہلی حالت سے دوسری حالت میں جانے کا عمل۔
رواج	رَ وَ ا ج	رسم۔ دستور۔ معمول۔
مہلک	مُ ہْ لِ ک	ہلاک کرنے والا۔ مار ڈالنے والا۔ ضرر رساں۔
تیرگی	تِی رْ گی	سیاہی۔ اندھیرا۔ گدلا پن۔ دھندلا پن۔
گڑ بڑ	گَ ڑْ بَ ڑ	بے انتظامی۔ کھلبلی۔ افراتفری۔ بکھیڑا۔ جھمیلا۔